شمارہ نمبر ۲۱ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فروری ۲۰۲۴ء

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مجلہ پشاور

راہِ ہدایت

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

(واٹس ایپ رابطہ نمبر:03428970409)

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد　　یااللہ مدد　　عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ　　پشاور

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

فہرست مضامین مجلّہ راہِ ہدایت (شمارہ نمبر:۲۱)

نوٹ: گزشتہ شماروں کی پی ڈی ایف حاصل کرنے کے لئے 03428970409 پر واٹس ایپ کیجئے۔

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

استویٰ بمعنی استیلاء لینا بھی اہل سنت کا مذہب ہے

فرقہ مجسمہ کہتے ہیں کہ استویٰ استیلاء کے معنی میں لینا درست نہیں بلکہ استویٰ بمعنی استقر ہے۔اور بمعنی قہر یا استیلاء لینا اہل سنت کے اقوال میں نہیں ملتا۔بندہ عاجز نے تتبع شروع کیا تو الحمدللہ کافی اقوال مجھے ملے اہل سنت مفسرین متکلمین کے کتب اقوال سے۔ارادہ کیا ہے کہ مجلہ راہ ہدایت کے قارئین کرام کے لیے قسط وار پیش کروں۔

1)___ مشہور ادیب نحوی اور لغوی عالم ابوعبدالرحمن عبد اللہ بن یحیی ابن المبارک (المتوفی 237ھ) اپنی کتاب غریب القرآن میں لکھتے ہیں کہ

"الرحمن علی العرش استویٰ: استویٰ استولی"

(غریب القرآن وتفسیرہ 113)

کہ الرحمن علی العرش استویٰ جو سورہ طہ میں آیا ہے اس میں استویٰ بمعنی استولی ہے۔۔جس کا معنی قہر اور غلبہ ہے۔

2)___ مشہور لغوی عالم ابو اسحاق ابراہیم بن سری الزجاج (المتوفی 311ھ) جس کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں کہ نحوی زمانہ کہ اپنے زمانے کے نحو کے بہت بڑے عالم تھے اپنی کتاب معانی القرآن میں لکھتے ہیں کہ

"وقالوا: معنی استویٰ استولی"

(معانی القرآن 3/350)

کہ استویٰ بمعنی استولی ہے۔

3)___ امام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ (المتوفی 333ھ) جو امام اہل سنت والجماعت ہے اپنی کتاب تاویلات اہل السنّۃ میں لکھتے ہیں کہ

"الرحمن علی العرش استویٰ او الاستیلاء وان لاسلطان لغیرہ ولاتدبیر لاحد فیہ"

(تاویلات اھل السنۃ 1/85)

یعنی عرش پر اللہ تعالیٰ کا استیلاء غلبہ ہے اور اس پر کسی غیر کا سلطنت اور تدبیر نہیں چلتا۔

4)___ مشہور لغوی عالم ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحاق الزجاجی (المتوفی 340ھ) جس کے متعلق امام ذھبی لکھتے ہیں کہ شیخ العربیۃ کہ عربیت اور ادب کے بہت بڑے شیخ ہے اپنی کتاب اشتقاق اسماء اللہ میں لکھتے ہیں کہ

" والعلی العالی ایضا القاھرالغالب للاشیاء فقول العرب علا فلان فلانا ای غلبہ وقھرہ کماقال الشاعر

فلماعلونا واستویٰ ناعلیھم

ترکناھم صرعی لنسر وکاسر

یعنی غلبناھم وقھرناھم واستولیناعلیھم"

(اشتقاق اسماء اللہ 109)

علٰی اور عالی کا معنی بھی قہر اور اشیاء پر غالب ہونے کا آتا ہے، عرب کا قول علافلان فلانا کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس پر قہر اور غلبہ کیا۔ جس طرح شاعر کے شعر میں واستویٰ ناعلھیم کا مطلب واستولیناعلیھم کا ہے۔۔یعنی ہم نے ان پر غلبہ کیا ہے۔

5)__ شیخ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی (المتوفی 450ھ) لکھتے ہیں کہ

" ثم استویٰ علی العرش (سورۃ اعراف) فیہ قولان : والثانی استولی علی العرش کماقال الشاعر

قد استویٰ بشر علی العراق

من غیر سیف ودم مھراق۔

(النکت والعیون 2/229)

استویٰ علی العرش اس میں دو قول ہیں دوسرا قول یہی ہے کہ استویٰ کا مطلب ہے استولی علی العرش۔ جیساکہ شاعر کہتے ہیں کہ بشر نے عراق پر استویٰ کیا یعنی غلبہ کیا۔

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۱)

مسئلہ تین طلاق پہ مدلل و مفصل بحث

مقدمۃ الکتاب (از مؤلف کتاب)

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے چھوڑے تو وہ تین واقع ہوں گی یا ایک؟ غیر مقلدین کی رائے میں ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے۔ عدت کے دَوران رجوع کا حق ہوتا ہے اور عدت کے بعد نئے نکاح سے دونوں شوہر و بیوی بن سکتے ہیں۔ جب کہ ان کے بالمقابل اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ ایسی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں جس سے شوہر و بیوی کا تعلق بالکیہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نہ تو رجوع کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ نئے نکاح سے دوبارہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو سکتے ہیں یہاں تک کہ عورت قرآنی آیت: ”حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ، یہاں تک کہ اس کے علاوہ کسی خاوند سے نکاح کر لے“ پہ عمل پیرا ہو جائے۔

اسلام کی ابتدائی سات صدیوں کا اجماع

صحابہ کرام کے زمانہ سے لے کر سات صدیوں تک تین طلاقوں کو تین ہی سمجھا جاتا رہا۔ غیر مقلدین کے حلقہ میں ”بیہقی وقت“ کا لقب پانے والے عالم مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین صحابہ و تابعین و محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں۔“
>
> (فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۷، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

ایک مجلس کی تین طلاقوں کے تین ہونے پہ اجماع کا دعویٰ صرف مولانا شرف الدین دہلوی ہی کا نہیں بلکہ ہر صدی کے کئی بزرگوں اور محدثین وفقہاء نے بھی یہی بات بیان کی ہے۔ (حوالہ جات کتاب میں موجود ہیں۔) زمانہ حاضر کے کئی غیر مقلدین نے بھی تسلیم کیا کہ دَورِ صحابہ میں اور بعد کے اَدوار میں تین طلاقوں کے تین ہونے پر امت کا اجماع رہا ہے۔ نہایت قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض تین طلاقوں کے تین ہونے کو اجماعی مسئلہ مان کر بھی مخالف پہلو کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں اور کھلے لفظوں میں لکھ دیا کہ اجماع کی اتباع ضروری نہیں۔

چنانچہ پروفیسر قاضی مقبول احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اجماع صحابہ بعض معاملات میں حجت نہیں ہے ایسا اجماع وقتی قانون کی وجہ سے تھا مثلا... حضرت عمرؓ نے اُمِّ ولد لونڈی کی بیع کی ممانعت کر دی۔ تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔“

(اسلام اور اجتہاد صفحہ ۴۸، مکتبہ قدوسیہ لاہور)

مولانا محمد حنیف ندوی غیر مقلد نے ”کیا اجماع کی مخالفت صحیح اور صحت مند ہو سکتی ہے ؟“ عنوان قائم کر کے تاثر دیا کہ اجماع کی مخالفت صحیح اور صحت مند ہو سکتی ہے۔ پھر بزعمِ خود محاکمہ کرتے ہوئے مسئلہ تین طلاق کو پیش کر کے آخر میں لکھا:

”حق ابن تیمیہؒ کے ساتھ ہے اور اجماع ان بزرگوں کے ساتھ۔“

(مسئلہ اجتہاد صفحہ ۱۰۵، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، دوسرا ایڈیشن: ۱۹۶۱ء)

یہ صرف اپنے مسلک کو تقویت دینے کے لیے کہہ دیا کہ حق اجماع والوں کے پاس نہیں۔ حالاں کہ قرآن و حدیث کی رُو سے حق اجماع والوں کے پاس ہوتا ہے، نہ کہ مخالفِ اجماع افراد کے پاس۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے یوں نقل کیا:

”روایت سے زیادہ اجماع سے حق ثابت ہوتا ہے۔“

(علمی مقالات: ۵/۹۶، مکتبہ اسلامیہ، اشاعتِ اول: ۲۰۱۲ء)

اس مسئلہ کے اجماعی ہونے کی مزید تفصیل کتاب میں ملاحظہ کر سکیں گے ان شاء اللہ۔ وہاں محدثین کے ایسے حوالے بھی منقول ہیں جن میں کہا گیا کہ شاذ اقوال اجماع کو نہیں توڑ سکتے۔

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کا مسلک

فقہائے کرام میں ائمہ اربعہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا بہت زیادہ مقام ہے، اُمت میں انہیں بہت زیادہ مقبولیت ملی۔ جو مسئلہ ان چاروں کے اتفاق سے ثابت ہو جائے اسے بہت وزنی سمجھا جاتا ہے۔ رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”عام مقلدین نے داود ظاہری کو ائمہ متبوعین میں شمار کر رکھا ہے جس کا مطلب ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کی رائے وموقف کا ایک وزن عام مقلدین کو بھی تسلیم ہے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۲۹۲، مکتبہ محمدیہ چیچہ وطنی، طبع اول، سن اشاعت اپریل ۲۰۰۶)

جب ایک امام متبوع کا اختیار کردہ مسئلہ وزنی ہے تو ائمہ اربعہ کا اتفاقی مسئلہ تو چار گنا زیادہ وزنی ہوگا۔ بلکہ اس سے کچھ مزید بھی، کیوں کہ داؤد ظاہری امام متبوع ہونے کے حوالہ سے ائمہ اربعہ میں سے ہر امام سے کم ہیں۔ موصوف کے پیروکار تعداد میں کم رہے اور زمانہ کے اعتبار سے بھی کم تھے کہ ایک مدت تک ان کی اتباع ہوئی، پھر ختم ہوگئی۔ تدوین مذہب میں بھی انہیں ائمہ اربعہ جیسا مقام حاصل نہیں ہوا کہ جس طرح ان حضرات کے مذاہب کتابوں میں مدوّن ہیں، اسی طرح موصوف مذکور کا بھی مذہب مدون ہوا ہو۔

بہر حال ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ائمہ اربعہ بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ اور یہ بات مخالفین کو بھی تسلیم ہے۔ حوالہ جات کتاب کے باب:۴، ائمہ اربعہ کا مسلک ''میں موجود ہیں۔

غیر مقلدین مسئلہ تین طلاق میں ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے موقف سے بھی کنارہ کش ہیں۔ جب کہ ان کا یہ دعوی بھی ہے کہ ائمہ اربعہ قرآن و حدیث ہی کی پیروی کیا کرتے تھے۔ مزید یہ کہ وہ ان سب کو خاص کر آخری تین اماموں: مالک، شافعی اور احمد کو تو اہلِ حدیث بھی باور کرایا کرتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت ائمہ اربعہ کے پیرو ہونے کا بھی دعوی کر دیتے ہیں۔

چنانچہ حافظ احسن شفیق صدیقی غیر مقلد (ساہیوال) نے لکھا:

''اہلِ حدیث صحابہ، تابعین و ائمہ اربعہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔''

(مجلہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ صفحہ ۲۲، اپریل ۲۰۱۹ء)

جب کہ مسئلہ تین طلاق میں مدعیان اہلِ حدیث نہ صحابہ کی راہ پہ ہیں، نہ تابعین کی اور نہ ہی ائمہ اربعہ کی۔ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کا حوالہ پہلے منقول ہو چکا کہ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں تین طلاقوں کو تین ہی سمجھا جاتا رہا۔ انہی سات میں صحابہ کرام و ائمہ اربعہ کا دَور ہے اور خیر القرون کا زمانہ بھی انہی سات صدیوں میں شامل ہے جس کے خیر ہونے کی تصریح حدیثِ نبوی میں مذکور ہوئی۔

مذاہب اربعہ کا مسلک

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی اتباع کرنے والے چار مذاہب: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں۔ ان میں کیسے کیسے اربابِ کمال اور اصحابِ علم، فضل و تقوی ہیں؟ یہ آپ غیر مقلد لکھاری کی زبانی کی سنئے:

”ائمہ اربعہ کے متبعین میں بڑے بڑے اصحاب جبہ و دستار اور ارباب کمال و صاحبان علم و تقویٰ موجود تھے جن کی خدمت ملی کے سامنے آنکھیں جھکتی اور سرنگوں ہوئی تھیں اور جن کے رعب وطنطنہ کے سامنے اوروں کے قد بونے معلوم ہوتے تھے۔“

(شرف اصحاب الحدیث کا اردو ترجمہ فضائل اصحاب الحدیث: تسہیل و ترتیب: مولانا عبد اللہ سلیم اے، تحقیق و تخریج: مولانا غلام مصطفی ظہیر امن پوری صفحہ ۲۳، طبع مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

یہ بھی جان لیں کہ حدیث کی عظمت و حرمت کی بابت ان کا کیا نظریہ ہے۔ مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”معزز ناظرین! آپ حضرات نے اس طول طویل بحث اور پاکیزہ خیالات علماء سے یہ نتیجہ ضرور اخذ کیا ہوگا کہ حدیث نبوی کی عزت و حرمت جیسے اہلِ حدیث کے نزدیک ہے، ویسے ہی مذاہبِ اربعہ مروجہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی وغیرہ میں بھی ہے۔“

(خاتمہ اختلاف صفحہ ۱۰۳)

کھنڈیلوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”تمام مقلدینِ مذاہب اربعہ اپنے اپنے مسائل کے دلائل ان ہی کتبِ حدیث معتبرہ صحاح ستہ وغیرہ سے اخذ کرتے ہیں اور ان ہی کتبِ حدیث کا درس دیتے ہیں اور بعد فراغ فضیلت کی پگڑی زیب سر کرتے ہیں۔“

(خاتمہ اختلاف صفحہ ۹۱)

ایک اور حوالہ بھی پڑھ لیں، وہ اگرچہ اہلِ مذاہب اربعہ کی بابت نہیں بلکہ صرف احناف دیوبند کی خدمات حدیث پر مشتمل ہے مگر یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں۔ کھنڈیلوی صاحب لکھتے ہیں:

”دار الحدیث دیوبند میں ہمارے علماء احناف ان کتبِ صحاح ستہ کو پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور اپنے فتاووں میں ان سے استدلال کرتے ہیں پس کہاں ہیں وہ حنفی بھائی جو اِن کتب صحاح ستہ کو اہلِ حدیث و شافعیہ کی کتابیں بتلاتے ہیں، حالاں کہ ان کتابوں کو عرب سے لانے والے اور چھپوانے والے یہی علمائے احناف ہیں۔“

(خاتمہ اختلاف صفحہ ۹۸)

اتنی گزارش کے بعد عرض ہے کہ یہ چاروں اہلِ مذاہب بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین جانتے ہیں۔ غیر مقلدین نے ان مذاہب سے بھی الگ راہ اختیار کی۔ حکیم اشرف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مسلک اہلِ حدیث کے مسائل میں صرف دو ایک ہی ایسے مسئلے ہیں جو کہ... مذاہب اربعہ کے مسائل سے مختلف ہیں مثلاً مدرک رکوع کو دوبارہ رکعت پڑھنا اور ایک وقت کی تین طلاق کو صرف ایک طلاق ماننا۔“

(تاریخ التقلید صفحہ ۱۶۰)

یہاں خواجہ محمد قاسم غیر مقلد کی عبارت بھی پڑھتے چلیں:

”بحمد اللہ ائمہ ثلاثہ کے ماننے والے اہلِ علم کے نزدیک اہل سنت یعنی اہلِ حدیث ہی ہیں۔“

(معرکہ حق و باطل صفحہ ۱۰۳، مکتبۃ الحرمین ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ)

خواجہ صاحب ائمہ ثلاثہ کے متبعین: مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کو ”اہلِ حدیث“ بتارہے ہیں۔ عرض ہے کہ خواجہ صاحب جنہیں اہلِ حدیث ظاہر کر رہے ہیں وہ تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔

سلف صالحین کا مسلک

غیر مقلدین خود کو سلفی بھی کہلواتے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو سلف صالحین کی فہم کے مطابق سمجھنے کے قائل اور عامل ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ فہمِ سلف کے بغیر حدیثوں کو سمجھیں گے تو گمراہی کی کھائیوں میں جاگریں گے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”تمام صحیح و ثابت روایات کو جمع کرکے ان کا مفہوم سلف صالحین کے فہم کی روشنی میں سمجھنا چاہیے ورنہ گمراہی کی گہری کھائیوں میں جاگریں گے۔“

(ماہ نامہ الحدیث حضرو شمارہ: ۴۵ صفحہ ۴۳ بحوالہ اشاعۃ الحدیث، اشاعتِ خاص حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۳)

علی زئی صاحب نے حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کی بات اپنی تائید میں نقل کی:

”خلاصہ یہ ہے کہ ہم تو ایک ہی بات جانتے ہیں وہ یہ کہ سلف کا خلاف جائز نہیں۔“

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۷۵، طبع مکتبہ اسلامیہ)

علی زئی صاحب نے یوں بھی لکھا:

”سلف صالحین کے فہم کے مقابلے میں ذاتی انفرادی فہم کو دیوار پر دے مارنا چاہیے۔“

(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۴۲، صفحہ ۱۱)

مذکورہ حوالہ ”اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۸۶، طبع مکتبہ اسلامیہ“میں منقول ہے۔

شیخ البانی غیر مقلد اپنے اک خطاب میں کہتے ہیں:

”آج کل محض یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ہم صرف قرآن و سنت پر عمل پیرا ہیں اور اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ بلکہ فہم سلف صالحین کی طرف رجوع کرنا ہی اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ مسلمان اس طرح سے گمراہ نہ ہوں جس طرح سلف صالحین کے بعد آنے والے مسلمان گمراہ ہوئے۔“

(سلفی منہج صفحہ ۲۹، مترجم طارق علی بروہی، ناشر: مکتبہ احیاء منہج السلف کراچی)

ہم نے اپنی اس کتاب میں ایک مستقل باب ”سلف صالحین کا مسلک“ قائم کیا ہے کہ اسلاف بھی تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے ہیں۔ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے تو اسلام کی ابتدائی سات صدیوں کے اسلاف کو تین طلاقوں کے وقوع کا قائل بتایا ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۹، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

چوں کہ غیر مقلدین سلفی ہونے کے دعوے دار ہیں، اس لئے انہیں مسئلہ تین طلاق میں بھی فہمِ اسلاف کی پیروی کرنی چاہیے، ورنہ ان کی سلفیت پہ سوالیہ نشان ہو گا۔

شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ مجھے کوئی ایک ہزار آیات بینات پیش کر دے اور مسئلہ اُن سے واضح طور پر سمجھ بھی آتا ہو مگر اسلاف نے وہ مسئلہ ان سے نہ سمجھا ہو یا اس کے بر عکس سمجھا ہو، تو میں کہوں گا کہ قرآن تو برحق ہے مگر میں سلف صالحین کے فہم کا پابند ہوں۔

امن پوری صاحب کا یہ بیان عام ہو چکا، واٹس ایپ گروپس میں بھی مل جاتا ہے۔ امن پوری صاحب فہم سلف کو اس قدر ترجیح دینے کے دعوے دار ہیں کہ اُن کے مقابلہ میں قرآن کی ہزار واضح آیتوں کو بھی چھوڑنے کے پابند ہیں تو اُن سے گزارش ہے کہ وہ مسئلہ تین طلاق کو بھی فہمِ اسلاف کے مطابق حل کر کے شائع کریں۔

حافظ عمر صدیق غیر مقلد کا شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد سے مناظرہ ہو۔ یہ مناظرہ نیٹ پہ موجود ہے۔ اس میں امن پوری صاحب نے دعوی کیا کہ یزید کی مذمت میں پیش کی جانے والی روایات میں کوئی بھی صحیح و ثابت نہیں۔ تب عمر صدیق نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

> آپ نے ساری زندگی فہم سلف کے نام کا چورن بیچا ہے، فہم اسلاف کے مطابق زیر بحث مسئلہ کو حل کریں۔ (مفہوم)

عمر صدیق اور امن پوری دونوں سے ہم کہتے ہیں کہ مسئلہ تین طلاق کو بھی فہم سلف کی روشنی میں امت کے سامنے پیش کریں۔

بہت ممکن ہے کہ کوئی غیر مقلد اپنے مولویوں کا یاد کرایا ہوا جواب پیش کر دے کہ ہم قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی کی بات ماننے کے پابند نہیں۔ اور یہ محض امکان ہی نہیں، بلکہ مسئلہ تین طلاق کی بحث میں اس طرح کی بات اُن کی کتابوں میں مل جاتی ہے، جیسا کہ آگے شیخ یحی عارفی کا حوالہ مذکور ہو گا ان شاء اللہ۔ سر دست شاہد نذیر غیر مقلد (کراچی) کا حوالہ ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”اہلِ حدیث کے نزدیک قرآن و حدیث کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے۔
>
> اہلِ حدیث کے اس بنیادی اصول کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے نئے نئے مسلک اہلِ حدیث سے جڑنے والے حضرات کے ساتھ عموماً یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن و حدیث کو بذریعہ سلف صالحین سمجھنے کے بجائے اپنی عقل سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ان کی عقل اور سلف صالحین کے فہم کا آپس میں ٹکراؤ ہو جائے تو اہلِ حدیث کے اس (مذکورہ) بنیادی اصول کا حوالہ دے کر فہم سلف کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ ایسے نوزائیدہ اہلِ حدیث کی تربیت کے لئے حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے اپنی تحریروں میں یہ بات لکھتے تھے کہ اہلِ حدیث کا منہج شریعت کو سلف صالحین کے فہم کے ذریعے سمجھنا ہے نا کہ اپنی ذاتی عقل و فہم سے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:“

کتاب و سنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو راسخ فی العلم علماء یعنی ثقہ و صدوق سلف صالحین سے ثابت ہے۔"(ماہ نامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۵۱، صفحہ ۱۱)

اور فرماتے ہیں:

"سلف صالحین کے فہم کے مقابلے میں ذاتی انفرادی فہم کو دیوار پر دے مارنا چاہیے۔(ماہ نامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۴۲، صفحہ ۱۱)"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۸۶، طبع مکتبہ اسلامیہ)

شاہد نذیر صاحب کہہ رہے ہیں جو اَسلاف کو قرآن و حدیث کا مخالف بتائیں وہ "نوزائیدہ" ہیں۔ عرض ہے کہ مسئلہ تین طلاق پر لکھی گئی غیر مقلدین کی تحریریں پڑھ لیں آپ کو اس طرح کے بہت سے "نوزائیدہ" مل جائیں گے۔ فی الوقت ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

شیخ یحی عارفی غیر مقلد نے مسئلہ تین طلاق کی بحث میں کسی کا سوال نقل کیا:

"جتنے ائمہ گزرے کیا وہ سب کے سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف فتوے دیتے رہے اور حدیث صرف آپ کو سمجھ آئی ہے؟"

عارفی صاحب نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

"ہم ائمہ دین کا دل و جان سے احترام کرتے ہیں لیکن قرآن مجید نے امت مسلمہ کو ایک اصول بتلایا ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ﴾ جس کا فتوی کتاب و سنت کے موافق سر آنکھوں پر ورنہ ناقابل قبول۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۱۱۱)

تنبیہ: ۱...... قرآن میں "فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ" کی بجائے "فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" ہے۔

تنبیہ: ۲...... مذکورہ بالا آیت میں خطاب مجتہدین کو ہے جیسا کہ غیر مقلدین کے "خاتم المحدثین" نواب صدیق حسن نے کہا ہے۔(تفسیر فتح البیان: ۳۰۸/۲، بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت صفحہ ۱۸، تالیف حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ، مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید نومبر/۲۰۰۴ء)

عارفی صاحب! سائل کا سوال یہ نہیں تھا کہ کسی کی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو تو ترجیح کس کو ہے؟ بلکہ سوال یہ ہے ائمہ سَلَف نے قرآن وحدیث سے تین طلاقوں کا تین ہونا سمجھا جب کہ آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث میں تین طلاقوں کا ایک ہونا مذکور ہے۔ یہاں تقابل ائمہ سلف کے فہم اور غیر مقلدین کی رائے کا ہے تو ترجیح ائمہ اسلاف کے فہم کو ہونی چاہیے یا غیر مقلدین کی رائے کو؟ آپ کو اس سوال کا جواب دینا چاہیے تھا مگر آپ اس سوال کے جواب سے لاجواب ہوئے تو گلو خلاصی کرتے ہوئے کسی اور طرف چلے گئے۔

مزید یہ کہ آگے شیخ زبیر علی زئی اور شاہد نذیر غیر مقلد کا حوالہ آرہا ہے کہ کس کی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور کس کی نہیں؟ یہ فیصلہ بھی اَسلاف نے کرنا ہے۔لہٰذا آپ خود سے فیصلہ کرنے کی بجائے اَسلاف کا فیصلہ پیش کریں کہ انہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو قرآن وحدیث کے خلاف قرار دیا ہو۔یاد رہے کہ یہاں دو باتیں الگ الگ ہیں۔ایک: اکٹھی تین طلاقیں دینے کا مسئلہ اور دوسرا: اُن کے واقع ہو جانے کا نظریہ۔ ہمارا مطالبہ دوسرے جملہ کی بابت ہے کہ اسلاف نے تین طلاقوں کے واقع ہونے کو کتاب وسنت کے خلاف بتایا ہو،اس کا ثبوت چاہیے۔لہٰذا خلطِ مبحث کرتے ہوئے پہلے امر کی ممانعت پہ اسلاف کے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

محدثین کرام کا مسلک

فقہاء کرام کی طرح محدثین عظام نے بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی تسلیم کیا۔مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”محدثین کی طرف مجلسِ واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے،یہ سخت مظالعہ ہے۔“
>
> (فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۷،ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

پچھلی صدیوں میں محدثین کے لیے اہلِ حدیث کا لفظ بولا اور لکھا جاتا رہا۔انگریز سے اہلِ حدیث کا لقب الاٹ کرانے والے غیر مقلدین نے متقدمین کی کتابوں میں موجود لفظ اہلِ حدیث کو خود پر چسپاں کر لیا۔لیکن ان محدثین نے مسئلہ تین طلاق کی بابت جو موقف اپنایا اس سے گریزاں ہیں۔جب کہ غیر مقلدین کا یہ دعوی بھی ہے کہ حدیث کا مفہوم سب سے زیادہ محدثین ہی جانتے ہیں لیکن مسئلہ تین طلاق میں اپنے اس دعوی و نظریہ پر عمل

پیرا نہیں، محدثین کے فہم پہ اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں۔ پھر مزید یہ کہ بعض نے تو محدثین سے براءت کا اعلان بھی کر دیا۔ چنانچہ خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہم لوگ اہلِ حدیث یا دوسرے لفظوں میں اہلِ سنت ہیں۔ اہلِ محدثین یا اہلِ سنیین نہیں۔"

(تین طلاقیں ایک وقت میں ایک ہوتی ہے صفحہ ٦١)

اس کتاب کا "پیشِ لفظ" مولانا محمد اسماعیل سلفی (سابق امیر جمعیت اہلِ حدیث پاکستان) نے لکھا۔ اُن کی تحریر کے آخر میں تاریخ ١٨/ مارچ ١٩٦٤ء درج ہے۔

خواجہ صاحب نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم محدثین اور سنیوں والے نہیں ہیں۔ غیر مقلدین جب محدثین اور سنیوں والے نہیں تو پھر انہیں اس مسئلہ میں طبقات امت میں سے کس طبقہ کی معیت حاصل ہے، شیعوں اور مرزائیوں کی یا کس کی؟

غیر مقلدین عموماً محدثین کو اپنا ہم مسلک / مذہبی اہلِ حدیث کہتے ہیں اس لئے انہیں چاہیے کہ جب مسئلہ تین طلاق کی بابت اہلِ حدیث کا موقف تحریر کریں تو محدثین کو بھی اپنے اصول کے مطابق اہلِ حدیث کے طور پیش کریں، پھر بتائیں کہ اہلِ حدیث کا اس مسئلہ میں کیا موقف ہے؟ لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ مسئلہ تین طلاق میں وہ اہلِ حدیث کا موقف بیان کرتے ہوئے وہی نظریہ لکھتے ہیں جو انگریز سے اہلِ حدیث نام لینے والوں کا ہے۔ اہلِ حدیث کے اصلی مصداق محدثین کے مسلک کو اہلِ حدیث کا نظریہ باور نہیں کراتے۔ دیکھئے اوپر حکیم اشرف سندھو کی بات منقول ہے کہ مسلک اہلِ حدیث کے مسائل میں تین کو ایک کہنا مذاہب اربعہ کے خلاف ہے۔ سندھو صاحب نے اس جگہ مسئلہ تین طلاق کی بابت جن اہلِ حدیث کا مسلک لکھا وہ انگریز سے اہلِ حدیث کا لقب پانے والے غیر مقلدین ہیں، نہ کہ اہلِ حدیث کا اصلی مصداق محدثین۔ آگے مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کا حوالہ آرہا ہے۔ انہوں نے بھی مسئلہ تین طلاق کی بابت اہل حدیث کا مسلک تحریر کیا وہ بھی انگریز سے اہلِ حدیث نام لینے والوں کا ہے، اہلِ حدیث کے حقیقی مصداق محدثین کا نہیں۔

جناب مقتدیٰ حسن ازہری غیر مقلد (جامعہ سلفیہ بنارس) لکھتے ہیں:

"بحث کا دوسرا پہلو فقہ کے ایک جزئی مسئلہ سے متعلق تھا، یعنی ایک مجلس کی تین

طلاقیں تین شمار ہوں گی یا ایک؟ علماء اہلِ حدیث و علماء احناف اس مسئلہ میں بحث کے دو فریق تھے۔ اول الذکر حدیثِ نبوی کی بنیاد پر ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک مانتے تھے، جب کہ مؤخر الذِکر علماء اپنے فقہی مذہب کی رعایت میں اسے تین کا حکم دیتے تھے۔"

(عرض ناشر: تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۱۲)

ازہری صاحب نے بھی اس جگہ غیر مقلدین کی رائے کو اہلِ حدیث مسلک کے طور پہ لکھا، نہ کہ محدثین کے موقف کو۔

ازہری صاحب کا یہ محض دعوی ہی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا ایک ہونا حدیث میں مذکور ہے ورنہ حقیقت اس کے برعکس ہے جیسا کہ قارئین کرام کتاب پڑھ کر جان لیں گے ان شاء اللہ۔

ازہری صاحب کہتے ہیں کہ احناف کا تین طلاقوں کو تین ماننا محض فقہی مذہب کی رعایت میں ہے۔ ہم یہاں طویل بحث نہیں کرنا چاہتے، مختصراً عرض ہے کہ تین طلاقوں کا تین ہونا محض کسی فقہی مذہب کا قیاسی مسئلہ نہیں بلکہ یہ دلائل سے مبرہن ومزین موقف ہے۔ یہاں ہمارا یہ سوال بھی بجا ہے کہ محدثین اور اسلاف تین کو تین مانتے ہیں کیا وہ بھی محض اپنے فقہی مذہب کی پاس داری میں مانتے ہیں؟ جب کہ آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ محدثین اور اسلاف کسی فقہی مذہب کی تقلید کے پابند نہیں۔

رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے محمد بن مقاتل کی بابت لکھا کہ وہ تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں پھر ان کے متعلق یوں حسنِ ظن پیش کیا:

"انہیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ عام فقہاء اہل الرائے و جمہور محدثین و ائمہ کرام ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ اس کے باوجود موصوف نے جمہور کی رائے کے خلاف موقف اہلِ حدیث اختیار کیا۔ ظاہر ہے کہ موصوف نے اس مسئلہ میں پوری تحقیق اور چھان بین سے کام لیا ہو گا کہ کہیں یہ مسئلہ اجماع اور نصوص صریح کے خلاف تو نہیں ہے۔ یہ اطمینان کر لینے کے بعد ہی موصوف محمد بن مقاتل نے یہ موقف اختیار کیا ہو گا۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۲۸۷)

دیکھئے! ندوی صاحب نے بھی مسئلہ تین طلاق کے بیان میں غیر مقلدین کو اہلِ حدیث کے نام سے پیش کیا اور محدثین کا مسلک اہلِ حدیث کے طور پہ نہیں لکھابلکہ انہیں اہلِ حدیث کے مد مقابل ٹھہرایا، جب کہ اہلِ حدیث کا اصلی و حقیقی مصداق محدثین ہی ہیں۔ ہاں ان کی عبارت میں یہ اعتراف ضرور ہے کہ غیر مقلدین کا مسلک محدثین کے خلاف ہے۔

یہاں رئیس ندوی کے حسنِ ظن پہ بھی غور کیجئے۔ انہوں نے محمد بن مقاتل کی بابت کہاکہ انہوں نے مسئلہ تین طلاق کو ایک قرار دینے میں پوری تحقیق اور چھان بین سے کام لیا ہو گا کہ کہیں یہ مسئلہ اجماع اور نصوص صریحہ کے خلاف تو نہیں۔

کیا غیر مقلدین اسی حُسنِ ظن کو تین طلاقوں کو تین قرار دینے والے محدثین کرام کے متعلق عوام کی خدمت میں پیش کرسکتے ہیں کہ انہوں نے پوری تحقیق اور چھان بین سے کام لیا ہو گا کہ کہیں یہ مسئلہ اجماع اور نصوص صریحہ کے خلاف تو نہیں، اس کے بعد ہی یہ مسلک اختیار کیا ہو گا۔

ویسے معقول بات ہے جب ایک فرد کی بابت یہ حُسنِ ظن قائم کیا جا سکتا ہے تو سب محدثین یا جمہور محدثین کے متعلق بطریقِ اولیٰ ہونا چاہیے، خاص کر جب غیر مقلدین کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ محدثین قرآن وحدیث کے پیرو ہیں۔ اس کے بالمقابل محمد بن مقاتل کو ندوی صاحب نے تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۲۸٦ پہ اہل الرائے بتایا ہے۔ اور غیر مقلدین بالخصوص ندوی صاحب کا دعوی ہے کہ اہل الرائے قرآن و حدیث کے خلاف رائے کی پیروی کیا کرتے ہیں۔ رئیس محمد ندوی کی کتابیں: ''سلفی تحقیقی جائزہ... اور... اللمحات'' دیکھئے!

مگر آہ! یہاں ضرورت تھی تو اپنے مزعوم اہل الرائے کے ایک فرد کا جمہور محدثین سے تقابل کر کے محدثین کے مقابلہ میں مزعوم اہل الرائے کو حسنِ ظن سے نوازا۔ اور جمہور محدثین کے مقابلہ میں ایک شخص کے متعلق حسنِ ظن پیش کیا کہ:

> ''موصوف نے اس مسئلہ میں پوری تحقیق اور چھان بین سے کام لیا ہو گا کہ کہیں یہ مسئلہ اجماع اور نصوص صریح کے خلاف تو نہیں ہے۔''

یہیں سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ندوی صاحب اپنی بات کو مزین وپختہ باور کرانے کے لیے کس طرح پاپڑ بیل رہے ہیں اور کس طرح اصول شکنی کے مرتکب ہیں؟

تنبیہ: محمد بن مقاتل کے متعلق تین طلاقوں کے ایک ہونے کی نسبت کی حقیقت اور ان کی بابت غیر مقلدین کی دیگر باتوں پہ بحث ہماری اسی کتاب کے باب:۱۳، افرادِ امت سے ہم نوائی کے دعوے کی حقیقت“ میں دیکھئے۔

اصلی اہلِ حدیث یعنی محدثین کے موقف کی بابت یہاں امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وہ تین طلاقوں کے واقع ہونے کا مسئلہ لکھ کر کہتے ہیں:

”وَعَلٰی ھٰذَا جَمَاعَۃُ الْعُلَمَاءِ وَالْفُقَھَاءِ بِالْحِجَازِ وَالْعِرَاقِ وَالشَّامِ وَالْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مِنْ اَھْلِ الْفِقْهِ وَالْحَدِیْثِ وَھُمُ الْجَمَاعَۃُ وَالْحُجَّۃُ۔

(التمہید لابن عبد البر:۲۳/۳۷۸)

ترجمہ: اسی مسلک پر اہل فقہ و حدیث میں سے حجاز، عراق، شام، مشرق اور مغرب کے علماء اور فقہاء ہیں اور وہی جماعت اور حجت ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے مشرق و مغرب، شام و عراق حتی کہ حجاز کے اہلِ فقہ یعنی فقہاء اور اہلِ حدیث یعنی محدثین کا مسلک بتایا کہ وہ تین طلاقوں کو تین ہی مانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ حدیث کے اصلی و حقیقی مصداق محدثین تین طلاقوں کے تین ہونے کا ہی موقف رکھتے ہیں۔ غیر مقلدین مسئلہ تین طلاق کی بابت اپنی رائے کو اہلِ حدیث مسلک عنوان سے ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اَب اُن سے مطالبہ ہے کہ وہ اَصلی اہلِ حدیث یعنی محدثین کا موقف لوگوں کے سامنے اہلِ حدیث مسلک کے طور پر بیان کریں۔

یہاں بھی غیر مقلدین وہی رٹا رٹایا جملہ کہنے کی کوشش کریں گے کہ ہم قرآن و حدیث کے خلاف محدثین کی بات نہیں مانتے۔ ہم اس کے جواب میں شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد اور شاہد نذیر غیر مقلد کی عبارت پیش کرنا چاہتے ہیں۔

شاہد نذیر صاحب لکھتے ہیں:

”اس کے ساتھ ساتھ بات کا فیصلہ کرنا کہ کس کا قول قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور کس کا نہیں یہ کام بھی عام اور جاہل عوام کا نہیں، بلکہ اس تصفیہ کا حل بھی سلف صالحین کے فہم اور فیصلہ کی روشنی ہی میں ہو گا۔ اس سلسلے میں حافظ [شیخ زبیر علی زئی (ناقل)] صاحب تنبیہ

کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: یاد رہے کہ قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کوئی بھی ہو لیکن ہر ایرے غیرے کو خلف (خلاف) قرار دینے کا حق نہیں بلکہ اس کے لیے سلف صالحین کی طرف ہی رجوع کرنا پڑے گا۔(ماہنامہ الحدیث، شمارہ نمبر ۵۳، صفحہ ۸) ان تمام واقعات وحوالہ جات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مسلمان بھائیوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کی کس قدر فکر تھی۔"

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۸۶، طبع مکتبہ اسلامیہ)

شیخ زبیر علی زئی اور ان کے معتقد شاہد نذیر کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کسی کو بات کو قرآن وحدیث کے خلاف قرار دینے کا حق کسی ایرے غیرے کو نہیں بلکہ اس میں اسلاف کا ہی فیصلہ معتبر ہے لہذا غیر مقلدین اسلاف کا فیصلہ پیش کریں کہ انہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو قرآن وحدیث کے خلاف کہا ہو۔ سلف صالحین اس طرح کا فیصلہ کیسے دے سکتے ہیں جب کہ وہ خود تین طلاقوں کے وقوع کے قائل تھے۔ ہاں البتہ اس کے برعکس اسلاف کے حوالہ جات کتب میں مذکور ہیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک کہنے کے خلاف سنگین فتوے دیئے ہیں جیساکہ یہ فتاوی ہماری اسی کتاب میں باحوالہ منقول ہیں۔"باب:۹، شاذ اقوال اجماع کے لئے مضر نہیں" وغیرہ ابواب دیکھئے۔

یہاں غیر مقلدین کے ہاں " شیخ العرب والعجم " کہلائے جانے والے بزرگ شیخ بدیع الدین راشدی غیر مقلد کا محدثین کے متعلق اقتباس پڑھتے جائیں:

"دوستو! تم لوگوں کو احادیث اہلِ حدیث [محدثین (ناقل)] سے ملی ہیں سو "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے مصداق انہی کے مخالف ہوگئے۔"جس ہانڈی میں کھاؤ، اسی میں سوراخ کرو۔" تم لوگوں سے زیادہ ناشکرا کون ہوگا؟۔"

(مقالاتِ راشدیہ:۳/۵۰۹)

اول تو پچھلے صفحات میں مولانا عبد الجبار کھنڈیلوی غیر مقلد کی عبارت ملاحظہ کر لیں کہ صحاح ستہ اہلِ حدیث کی کتابیں نہیں، انہیں عرب سے لانے اور چھپوانے والے علمائے احناف ہیں۔

ویسے میری معلومات کی حد تک حدیثیں جمع کرنے والے لوگ مجتہدین ہیں یا مقلدین۔ اُن میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ اس میں اجتہاد کی صلاحیت بھی نہ ہو، اور تقلید بھی نہ کرتا ہو۔

دوم: اس عبارت کا غیر مقلدین ہی مصداق ہیں کہ جن محدثین سے حدیثیں لینے کے دعوے دار ہیں، مسئلہ تین طلاق میں انہی کی مخالفت کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اس مسئلہ کی وجہ سے کئی طرح کے طعن امیز جملے بھی لکھے جو محدثین بلکہ صحابہ کرام پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔ ہماری اسی کتاب کا باب: ۱۷، صحابہ کرام و علماءعظام کے متعلق گستاخانہ تحریریں، بے جا الزامات اور نامناسب باتیں۔'' دیکھئے۔

اور اوپر خواجہ محمد قاسم غیر مقلد کی عبارت منقول ہے کہ ہم محدثین والے نہیں۔ راشدی صاحب کی یہ عبارت خواجہ صاحب پہ پوری منطبق ہوتی ہے کہ جن محدثین سے حدیثیں لینے کا دعوی ہے انہیں سے براءت کا اعلان ہے۔

خواجہ صاحب نے تو محدثین سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا جس میں ایک طرح کا اعتراف ہے کہ مسئلہ تین طلاق میں غیر مقلدین کی رائے موقفِ محدثین کے خلاف ہے لیکن غیر مقلدین میں ایسے لوگ بھی ہیں جو بے دھڑک محدثین کی طرف تین طلاقوں کے ایک ہونے کی غلط نسبت کر دیتے ہیں مثلاً

مولانا ظفر عالم غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ''حنفیہ اس کو طلاق بدعی ماننے کے باوجود تین کہتے ہیں ... مگر محدثین، فقہاء اور علماء محققین کے نزدیک یہ ایک رجعی طلاق ہو گی۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۲، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

ظفر صاحب نے تقسیم کرتے ہوئے حنفیہ اور محدثین کو باہم مقابل ٹھہرا دیا، اس کا جواب ستر سال پہلے مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد دے چکے ہیں۔ انہوں نے تین کو ایک کہنے والے مذہب کے متعلق لکھا:

> ''مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین کا ہے، اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس لیے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں حالاں کہ یہ فتویٰ یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۲۰، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

اس سے زیادہ غیر مقلدین کی تسلی کیا کرائیں کہ اُن کے بیہقی وقت نے محدثین کی جانب تین طلاقوں کے ایک ہونے کی نسبت کو غلط قرار دیا، بلکہ ایک جگہ اسے مظالعہ کا نام دیا ہے جیسا کہ پہلے منقول ہو چکا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

غیر مقلدین صحیح بخاری پر عمل کرنے کے دعوے دار ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی بابت یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے بخاری کے تراجم میں قرآن وحدیث کی ترجمانی کی ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں تو یوں بھی لکھ دیا:

”ان کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں۔“

(فتاوی نذیریہ: ۱/ ۴۲۷، مکتبۃ المعارف الاسلامیۃ گوجرانوالہ)

غیر مقلدین مسئلہ تین طلاق میں جیسے عام محدثین کے خلاف ہیں، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی مخالف ہیں۔

مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”ایک مجلس کی تین طلاق میں بہت (سے) اہلِ حدیث بخاری وغیرہ کے خلاف ہیں۔“

(فتاوی اہلِ حدیث: ۱/ ۷، ناشر: ادارہ احیاء السنہ سرگودھا)

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مثلاً طلاق ثلاثہ کو لے لیجئے۔ ائمہ اربعہ اور امام بخاری تک اس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں۔“

(تعویذ اور دم صفحہ ۱۷، ناشر: ادارہ احیاء السنۃ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”امام بخاری کا نظریہ یک بارگی تین کے جواز کا معلوم ہوتا ہے۔“

(تحفۂ احناف صفحہ ۳۵۴، مکتبہ دفاع کتاب وسنت لاہور)

لوجی! ”یک نہ شد، دو شد“ والا معاملہ ہوا۔ ایک تو امام بخاری رحمہ اللہ تین طلاقوں کو تین مانتے ہیں۔ دوسرا وہ اکٹھی تین طلاقیں دینے کو جائز بھی سمجھتے ہیں۔

مزید تفصیل کے لیے کتاب میں ”باب: ۵ سلف صالحین کا مسلک“ کا مطالعہ کریں۔

علامہ ابن حزم ظاہری کا مسلک

علامہ ابن حزم ظاہری اہل ظواہر کے پیشوا ہیں غیر مقلدین انہیں بھی اپنا ہم مذہب اہلِ حدیث قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"تحقیق مسائل میں میرا مسلک امام ابن حزم کی طرح ہے جو ٹھیٹھ مذہب اہلِ حدیث رکھتے تھے، مقلد بالکل نہ تھے۔"

(فتاویٰ حصاریہ: ۳۶۸/۶، طبع اول)

حصاروی صاحب کی طرح دیگر غیر مقلدین نے بھی ابن حزم ظاہری کو اہلِ حدیث و غیر مقلد قرار دے دیا۔ حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے ""باب: ا تین طلاقوں کے تین ہونے پر قرآن و حدیث سے دلائل" میں منقول ہیں۔

غیر مقلدین نے انہیں اہل حدیث و غیر مقلد کہہ کر دو فائدے حاصل کرنے تھے۔ ایک یہ کہ اہل ظواہر کی خدمات کو اپنے کھاتے میں ڈال سکیں۔ اور دوسرا یہ کہ وہ یوں تاثر دے سکیں کہ اہل ظواہر ہمارے مسلک کے لوگ ہیں اور ہم قدیم زمانہ سے چلے آرہے ہیں یعنی تعداد میں اضافہ اور اپنی قدامت ظاہر کرنا مقصد ہے۔ مگر اللہ کی شان اہل ظواہر کے مقتدا علامہ ابن حزم ظاہری بھی ایک مجلس کی تین طلاقون کو تین کہتے ہیں۔ (المحلی ۹/۴۶۳:)

شیخ یحی عارفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام شافعی کے نزدیک یک بارگی تین طلاقیں دینا سنت ہے۔ ان کے ہاں مدخولہ و غیر مدخولہ کا کوئی فرق نہیں۔ یعنی شافعیہ کا موقف عام ہے، اسی طرح ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ کا موقف بھی عام ہے۔"

(تحفۂ احناف صفحہ ۲۸۵)

عارفی صاحب کی اس عبارت کے مطابق علامہ ابن حزم ظاہری نہ صرف ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں بلکہ ان کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دینا سنت بھی ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی علامہ ابن حزم ظاہری کو تین طلاقوں کے وقوع کا قائل تسلیم کیا ہے۔ (اغاثة اللهفان:۱/۳۲۹)

علامہ ابن حزم ظاہری نہ صرف یہ کہ تین طلاقوں کے وقوع کو مانتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی کتاب "المحلی" میں اس موقف کے اثبات پہ دلیل بھی ذِکر کی اور صحیح مسلم میں مذکور حدیث (حدیث ابن عباس) سے کسی کو مخالف رائے کا شبہ ہو سکتا تھا، اس کا جواب بھی دیا کہ یہ حدیث مرفوع یعنی حدیث نبوی ہے ہی نہیں۔ جب کہ دَور ِحاضر کے غیر مقلدین اسی حدیث کو اپنی مرکزی اور گلا گھونٹ دینے والی دلیل باور کرایا کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حدیثِ رکانہ کو ضعیف قرار دیا۔ اصل عبارات بقید صفحات ہماری اسی کتاب میں آپ ملاحظہ فرمالیں گے ان شاءاللہ۔

غیر مقلدین نے مسئلہ تین طلاق میں علامہ ابن حزم ظاہری سے بھی راہ الگ کرلی، جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔

زیرِ بحث مسئلہ میں سات صدیوں بعد لب کشائی کرنے والے

اتنی وضاحت اور تفصیل عرض کرنے کے بعد اَب ہم ان دو بزرگوں کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے تین طلاقوں کے ایک ہونے پہ گرم جوشی دکھائی۔ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "اصل بات یہ ہے کہ مجیب مرحوم نے جو لکھا ہے کہ تین طلاق، مجلسِ واحد کی محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے فتویٰ کے پابند اور ان کے معتقد ہیں۔ یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔"

(فتاویٰ ثنائیہ:۲/۲۱۹، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

دہلوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

> "نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے اتحاف النبلاء میں جہاں شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں، اس فہرست میں طلاقِ ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تین طلاق کی ایک مجلس میں ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا تو بہت شور ہوا، شیخ الاسلام

اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ پر مصائب برپا ہوئے، ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کئے گئے اس لیے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامتِ روافض کی تھی۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

شرح عقیدہ واسطیہ میں لکھا ہے:

"مسئلہ طلاقِ ثلاثہ میں فتویٰ صادر کرنے پر طوفان برپا ہو گیا تھا۔ ۷۲۶ھ میں صالحین اور انبیاء کی قبروں کی جانب نیکی اور ثواب کے ارادے سے قلبی اہتمام کے ساتھ سفر کرنے پر گفتگو چھڑی تو شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا تو آپ کو ہم عصر علماء کی جانب سے انتہائی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔"

(شرح عقیدہ واسطیہ سوالا وجوابا صفحہ ۱۱، ترتیب وتسہیل الشیخ عبد العزیز الحمد السمان، ترجمہ محمد اختر صدیق، طبع مکتبہ اسلامیہ)

مزید تفصیل کے لیے ہماری اسی کتاب کا "باب: ۲۰ علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کے بارے میں کچھ باتیں" کا مطالعہ کریں۔

تنبیہ: مسئلہ تین طلاق کو ایک قرار دینے کی بحث کو حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے زیادہ ان کے شاگرد حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ ان کی تحریروں کا تنقیدی جائزہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عمدۃ الاثاث" کے آخر میں لیا ہے۔ جب کہ مولانا عتیق الرحمن سنبھلی صاحب نے اس حوالہ سے ایک مستقل کتاب "طلاق ثلاثہ اور حافظ ابن القیمؒ لکھی ہے۔ شائقین ان سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد کا حوالہ پہلے گزر چکا کہ سات صدیوں میں تین طلاقوں کو تین سمجھا جاتا رہا آٹھویں صدی کی ابتداء میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تین کے ایک ہونے کا فتوی دیا۔ اس کے بعد کی صدیوں کا حال حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی زبانی جانئے۔ وہ اپنے رسالہ "تاریخ طلاق ثلاثہ" میں آٹھویں صدی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"آٹھویں صدی کی ابتداء میں ابن تیمیہ یا ابن قیم نے اجماع صحابہ کرامؓ اور مذاہب سے ہٹ کر روافض کی اتباع میں ایک مجلس کی تین طلاق کے رجوع کا فتوی دیا۔ لیکن مذاہب اربعہ

کے تمام علماء اور اسلامی حکومت نے اس کو مسترد کر دیا اور ان کی توہین و تذلیل کے ساتھ ساتھ قید و بند کی سزا بھی دی۔ چنانچہ نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں صدی میں ایک مفتی بھی نہیں ملتا جس نے ابن تیمیہ کے اس غلط فتوے کے مطابق فتوی دیا ہو۔ اور یہ صدیاں بھی اسلامی عروج کی تھیں۔"

(تجلیات صفدر:۴/ ۵۸۴، ۵۸۵)

مطلب یہ کہ آٹھویں صدی کے بعد بھی کئی صدیوں میں تین طلاقوں کے ایک ہونے کے مسئلہ کو قبولیت نہیں ملی۔ ہاں ماضی بعید میں شیعہ اس کے قائل رہے اور ماضی قریب میں قادیانیوں کا یہی نظریہ ہے۔ اور دَورِ حاضر میں دونوں کا یہی موقف ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

شیعوں کی رائے

اہل سنت والجماعت کے بالمقابل شیعوں کا نظریہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا ہے۔

امام ابن العربی رحمہ اللہ (وفات:۵۴۳ھ) نے تین طلاقوں کے وقوع پر اجماع کا دعوی کرنے کے بعد لکھا:

"وَلَا احْتِفَالَ بِالْحَجَّاجِ وَإِخْوَانِهِ مِنَ الرَّافِضَةِ فَالْحَقُّ كَائِنٌ قَبْلَهُمْ۔

(احکام القرآن لابن العربی:۱/ ۳۷۷)

ترجمہ: حجاج اور اس کے رافضی بھائیوں کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ حق وہ ہے جو اُن سے پہلے موجود تھا۔

تین طلاقوں کو ایک کہنے والوں اور رافضیوں کو بھائی بھائی قرار دینے والے امام ابن العربی رحمہ اللہ کا شمار محدثین میں ہے اور غیر مقلدین کو محدثین سے عقیدت بلکہ مذہبی ہم نوائی کا دعوی ہے، اس لئے دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین اس پہ کیا رَدِ عمل پیش کرتے ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو اجماعی مسئلہ قرار دے کر کہا:

"لَيْسَ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةٍ وَّمَنْ قَالَ بِقَوْلِهِ مِنَ الرَّافِضَةِ مِمَّنْ يُّعْتَرَضُ بِهِ عَلَى الْإِجْمَاعِ لِأَنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ۔ (الاستذکار:۶/ ۸)

ترجمہ: حجاج بن ارطاۃ اور جو رافضی اجماع کے خلاف مذہب رکھتے ہیں یہ ان لوگوں میں نہیں کہ جن کی وجہ سے اجماع پر اعتراض کیا جاسکے کیوں کہ یہ اہلِ فقہ میں سے نہیں ہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کی اس عبارت کے مطابق رافضیوں کا مذہب تین کو ایک سمجھنا ہے اور مزید یہ کہ ان کی تصریح کے مطابق حجاج اور روافض "غیر فقیہ" ہیں۔ یاد رہے کہ غیر مقلدین کے ہاں "غیر فقیہ" کا معنی "غیر سمجھ دار اور بے وقوف" ہے۔

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ (وفات ۵۴۴ھ) نے تین طلاقوں کے تین ہونے کے مسئلہ کو اجماعی قرار دے کر کہا:

"اِلَّا مَنْ لَّا یُعْتَدُّ بِہٖ مِنَ الْخَوَارِجِ وَالرَّوَافِضِ۔

(اکمال المعلم:۸/۵)

ترجمہ: مگر خوارج اور روافض کا مذہب اس سے مختلف ہے لیکن ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں۔

امیر یمانی صاحب آٹھویں صدی کے علمائے کرام کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَاشْتَدَّ نَکِیْرُھُمْ عَلٰی مَنْ خَالَفَ ذٰلِکَ وَصَارَتْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃُ عَلَمًا عِنْدَھُمْ لِلرَّافِضَۃِ وَالْمُخَالِفِیْنَ وَعُوْقِبَ بِسَبَبِ الْفَتْوٰی شَیْخُ الْاِسْلَامِ ابْنُ تَیْمِیَۃَ وَطِیْفَ بِتِلْمِیْذِہٖ الْحَافِظِ ابْنِ الْقَیِّمِ عَلٰی جَمَلٍ بِسَبَبِ الْفَتْوٰی بِعَدْمِ وُقُوْعِ الثَّلَاثِ۔"

(سبل السلام:۳/۲۱۵ بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۴۹)

ترجمہ: اور انہوں نے اپنے مخالفین پر نہایت سختی سے انکار کیا ہے اور تین طلاقوں کو ایک سمجھنا ان کے نزدیک رافضیوں اور مخالفین کی علامت ہے، اور اسی فتویٰ کی رُو سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کو سزا دی گئی اور ان کے شاگرد حافظ ابن القیمؒ کو تین طلاقوں کے واقع نہ ہونے کے فتوی کی وجہ سے اونٹ پر سوار کر کے (بطور سزا) کے پھرایا گیا۔

یمانی صاحب کی عبارت میں "ان کے نزدیک رافضیوں اور مخالفین کی علامت ہے۔" جملہ پہ نگاہ رہے۔

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیمؒ پر مصائب برپا ہوئے، ان کو اونٹ پر سوار کرکے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی، قید کئے گئے اس لیے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامتِ روافض کی تھی۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/۲۱۹)

یعنی تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کی رائے کو آٹھویں صدی میں بھی رافضی مذہب سمجھا گیا۔
حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے سوانح نگار شیخ ابوزہرہ نے ان کے متعلق لکھا:

"امام صاحبؒ کا یہ مسلک شیعہ امامیہ کے مسلک سے ملتا ہوا ہے۔ان کے نزدیک بھی طلاق ثلاث بہ لفظ ثلاث سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔"

(حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ صفحہ 634 المکتبة السلفیة شیش محل روڈ لاہور)

دیگر علماء نے بھی اپنی کتابوں میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا نظریہ شیعوں کا بتایا ہے۔حوالہ جات کتاب میں منقول ہیں۔خود شیعہ کتب میں بھی یہی نظریہ لکھا ہوا ہے۔
شیعہ مصنف ابو جعفر محمد بن الحسن علی الطوسی لکھتے ہیں:

"وَالطَّلَاقُ الثَّلَاثُ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ اَوْفِیْ طُهْرٍوَّاحِدٍ مُتَفَرِّقًا لَا یَقَعُ عِنْدَنَا اِلَّا وَاحِدَةً۔"

(المبسوط فی فقہ الامامیة: ۵/۴)

ترجمہ: تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ ہوں یا ایک طہر میں الگ الگ دی گئی ہوں ہمارے ہاں صرف ایک واقع ہوگی۔

محمد بن علی بن ابراہیم المعروف ابن ابی جمہور لکھتے ہیں:

"وَرَوٰی جَمِیْلُ بْنُ دَرَّاجٍ فِیْ صَحِیْحِهٖ عَنْ اَحَدِهِمَا عَلَیْهِمَا السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهٗ عَنِ الَّذِیْ یُطَلِّقُ فِیْ حَالِ طُهْرٍ فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا؟ قَالَ هِیَ وَاحِدَةٌ۔"

(عوالی اللآلی العزیزیة: ۳/۳۷۸)

ترجمہ: جمیل بن دراج نے اپنی کتاب "صحیح" میں امام باقر یا امام صادق سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنی بیوی کو حالتِ طہر میں ایک مجلس

میں تین طلاقیں دیتا ہے تو انہوں جواب دیا کہ ایک طلاق واقع ہو گی۔
درج ذیل کتب شیعہ میں بھی یہی مذکور ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جائے گا۔
(التحریر المجله :۵/۴۰، جامع المدارک:۵۰۹/۴)

مسئلہ تین طلاق میں قادیانیوں کا موقف

شیعوں کی طرح مرزائیوں / قادیانیوں کے ہاں بھی ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا ہے۔
محمد علی (مرزائی) لکھتے ہیں:

”طلاق ایک ہی ہے خواہ سو دفعہ کہے، یا تین دفعہ۔ اور خواہ اسے ہر روز کہتا جائے یا ہر ماہ میں ایک دفعہ کہے اس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(بیان القرآن:۱۳۶/۱ سورہ بقرہ)

اسی طرح مرزائیوں کی کتاب ”فقہ احمدیہ“ میں لکھا ہے:
”اکٹھی تین طلاقیں دینا مشروع نہیں ہے لہٰذا فقہ احمدیہ کے نزدیک اگر تین طلاقیں ایک دفعہ ہی دے دی جائیں تو ایک رجعی طلاق متصور ہو گی۔“
(فقہ احمدیہ: مشتمل بر اَحکامِ شخصیہ / پرسنل لاء صفحہ ۸۰ شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ)

آگے لکھا ہے:
”ایک نشست میں اِس طرح دی گئی تین طلاقوں کے بعد اگر کوئی شخص پشیمان ہو اور رجوع کرنا چاہے تو اس کے رجوع کے حق کو تسلیم کیا جائے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام [نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کو مرزائی لوگ مسیح موعود کہتے ہیں (ناقل)] فرماتے ہیں: اگر تین طلاق ایک ہی وقت میں دی گئی ہوں تو اس خاوند کو یہ فائدہ دیا گیا ہے کہ وہ عدت کے گذرنے کے بعد بھی اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ یہ طلاق ناجائز طلاق تھا اور اللہ ورسول کے فرمان کے موافق نہ دیا گیا تھا۔“
(فقہ احمدیہ: مشتمل بر اَحکامِ شخصیہ / پرسنل لاء صفحہ ۸۰ شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ)

"فقہ احمدیہ "نامی کتاب میں تین طلاقوں کے ایک ہونے کے مزعومہ دلائل وہی تحریر کئے ہیں جو غیر مقلدین پیش کیا کرتے ہیں یعنی الطلاق مرتان، مسلم کی حدیث ابن عباس اور حدیث رکانہ۔ یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تین طلاقوں کے نفاذ والے فیصلہ کا جواب بھی وہی دیا جو غیر مقلدین دیتے ہوتے ہیں کہ اُن کا یہ فیصلہ تعزیری تھا۔ چنانچہ اس کتاب میں مذکور ہے:

> "حضرت عمرؓ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ شریعت کی دی گئی ایک سہولت کو بعض لوگوں نے مذاق بنالیا ہے تو یہ حکم صادر فرمایا کہ لوگوں کی اس جلد بازی پر گرفت کی جائے اور اس طرح کی دی ہوئی تین طلاقوں کو تین ہی متصور کیا جائے تا کہ لوگوں کو تنبیہ ہو۔ مگر حضرت عمرؓ کا یہ حکم تعزیر کا رنگ رکھتا ہے اور اسے دائمی حکم قرار نہیں دیا جا سکتا۔"
>
> (فقہ احمدیہ: مشتمل بر اَحکامِ شخصیہ / پرسنل لاء صفحہ ۸۰، شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ)

تنبیہ: شیعوں اور مرزائیوں کی کتابیں میرے پاس نہیں۔ "فقہ احمدیہ" نامی کتاب کے علاوہ مذکورہ بالا باقی حوالے میں نے مسئلہ طلاق پر لکھی گئی کتابوں سے نقل کئے ہیں۔

غیر مقلدین مسئلہ زیر بحث میں شیعوں اور قادیانیوں سے متفق ہیں

مدعیان اہلِ حدیث مسئلہ تین طلاق میں شیعوں اور مرزائیوں سے متفق ہیں یعنی شیعوں اور مرزائیوں کی طرح ان کی اکثریت کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی شمار ہوتی ہے۔

پھر ان میں بھی کئی گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو صرف ایک مجلس کی تین کو ایک کہتا ہے، دوسرا گروہ ایک طہر میں دی جانے والی الگ الگ مجلسوں کی تین کو بھی ایک کہتا ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے اگر طلاق دینے کے بعد رجوع نہ کیا جائے تو الگ الگ طہروں میں دی جانے والی تین طلاقیں بھی ایک کے حکم میں ہیں۔

البتہ غیر مقلدین کی ایک چھوٹی سی جماعت ایسی ہے کہ ان کے نزدیک اہل سنت کی طرح ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اس گروہ میں مولانا شرف الدین دہلوی، حافظ زبیر علی زئی اور انجینئر محمد علی مرزا وغیرہم ہیں۔ اُن کی عبارات ہماری اسی کتاب کے "باب: ۱۰، تین طلاقوں کے وقوع پر غیر مقلدین کی تائیدی عبارات" میں منقول ہیں۔

دلائل کس فریق کے پاس ہیں

مسئلہ تین طلاق میں مسالک اور اہلِ مسالک معلوم کرنے کے بعد اگلا مرحلہ یہ جاننے کا ہے کہ کن کا مسلک کتاب و سنت کے ہم اہنگ ہے اور کن کا مخالف!؟۔ اس کا اندازہ اس مقدمہ سے ہو گیا ہو گا اور مزید کتاب پڑھ کر جان سکیں گے ان شاء اللہ۔ البتہ سر دست مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد اور حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد کے حوالے پڑھ لیں۔

دہلوی صاحب مسئلہ تین طلاق کے حوالہ سے غیر مقلدین کی مستدل حدیث / مرکزی دلیل (صحیح مسلم میں موجود حدیث ابن عباس) کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ حدیث بظاہرہ کتاب و سنت صحیحہ و اجماع صحابہؓ وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے، لہٰذا حجت نہیں ہے۔"

(فتاویٰ ثنائیہ ۲/۲۱۹... دوسرا نسخہ صفحہ ۴۶)

دہلوی صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تین طلاقوں کو ایک ماننا کتاب و سنت، اجماعِ صحابہ کرام وغیرہ ائمہ محدثین کے خلاف ہے۔

علی زئی صاحب نے تین طلاقوں کے تین ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع بتایا۔ پھر کہا:

"وَلَیْسَ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَا یُعَارِضُهُ، کتاب و سنت میں اس (اجماع) کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔"

(حاشیہ جزء علی بن محمد الحمیری:۷۳ تحت حدیث:۴۳)

حافظ زبیر علی زئی کی اس عبارت کا سکین جو چاہے ہم سے واٹس ایپ کے ذریعہ منگوا سکتا ہے۔

دہلوی صاحب اور علی زئی صاحب کی طرح دیگر بھی کئی غیر مقلدین نے تین طلاق کے تین ہونے کو اجماعی مسئلہ تسلیم کیا ہے۔ حوالہ جات کتاب میں مذکور ہیں۔ اور اجماع بھی مستقل دلیل ہے بلکہ علی زئی صاحب کے بقول اجماع حدیث سے بھی زیادہ وزنی دلیل ہے جیسا کہ پہلے ہم نقل کر چکے اور یہی حوالہ عبارت کے مزید اضافہ کے ساتھ کتاب میں منقول ہے۔

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی بابت حکم

مسئلہ تین طلاق کی بابت مسالک، اہلِ مسالک اور دلائل کی بابت آگاہی کے بعد اَب ہم اگلے مرحلہ کی طرف بڑھتے ہیں کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ابو الصہباء والی حدیث ابن عباس میں اضطراب سند و متن اور وجوہ علت بیان کرنے کے بعد لکھا:

"وَاِنَّمَا اَطْنَبْنَا فِی الْکَلَامِ عَلٰی حَدِیث ابْنِ عَبَّاسٍ لِاَنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْجُھَّالِ اغْتَرُّوْا بِہٖ فَاَحَلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَافْتَرَوْا عَلَی اللّٰہِ وَعَلٰی کِتَابِہٖ وَعَلٰی رَسُوْلِہٖ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا وَّعَدَلَ عَنْ سَبِیْلِہٖ۔

(المفھم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: ۱۳/۸۳ بحوالہ حرام کاری سے بچئے صفحہ ۳۴۲)

ترجمہ: ہم نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث پر اتنی طویل گفتگو محض اس لئے کی ہے کہ بہت سے جاہل لوگوں نے اس حدیث سے دھوکہ کھایا اور دھوکہ کھا کر خود انہوں نے اللہ کے حرام کو حلال کر لیا لیکن جھوٹ بول کر اس حلال کی نسبت، کتاب اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف کر دی اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور اللہ کے راستے سے منحرف ہو گیا۔

یہ عبارت امام قرطبی رحمہ اللہ کی ہے، میں اس کا ناقل ہوں۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میں تو ایک ناقل ہوں، لہٰذا میرے ان حوالوں پر غصہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی اداؤں پر غور کریں۔"

(علمی مقالات: ۵/۴۶۷، طبع مکتبہ اسلامیہ، اشاعت اول: ۲۰۱۲ء)

غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ اس کتاب میں میرے نقل کردہ حوالہ جات پہ غصہ نہ ہوں بلکہ اپنے مسلک پہ نظر ثانی کریں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ کی یہ عبارت غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ اس میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کے متعلق درج ذیل باتیں مذکور ہیں:

۱۔ایسے لوگ جاہل ہیں۔

۲۔دھوکہ کھائے ہوئے ہیں۔

۳۔دھوکہ کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال بنانے والے ہیں۔ حلالہ کے مسئلہ میں شور مچانے والوں کی اپنی اصلیت معلوم ہو گئی کہ وہ امام قرطبی کی تصریح کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال بنائے بیٹھے ہیں۔

۴۔ پھر اپنے حلال کردہ کی نسبت اللہ، قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنے والے ہیں۔ یہیں سے پتہ چل گیا کہ تین طلاقوں کے ایک کہنے کو قرآن وحدیث کی طرف منسوب کرنا غلط ہے؟

۵۔ایسے ظالم ہیں جنہوں نے اللہ پہ جھوٹ باندھا۔یعنی تین طلاقوں کے بعد بیوی کو حلال قرار دے کر اسے اللہ کی طرف منسوب کرنا ظلم بھی ہے اور جھوٹ بھی۔

۶۔اللہ کے راستے سے انحراف کرنے والے ہیں۔لو جی! چھ نمبر پورے ہو گئے۔

تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی بابت علمائے امت اور محدثین کرام کے مزید حوالہ جات کتاب میں منقول ہیں۔

کتاب کی تالیف کا پس منظر

اتنا کچھ عرض کرنے کے بعد اَب آتے ہیں کتاب کی تالیف کے پس منظر کی طرف۔ احمد پور شرقیہ شہر (ضلع بہاولپور) میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جامع مسجد اقصیٰ کے امام حافظ عبد الرحمن غیر مقلد کے پاس کسی نے مسئلہ تین طلاق کے حوالے سے استفتاء بھیجا، انہوں نے فتویٰ دیا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی جائیں تو ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے۔ دار العلوم فتحیہ حمزہ ٹاؤن احمد پور شرقیہ کے استاذ حضرت مولانا محمد الطاف صاحب حفظہ اللہ کو یہ فتویٰ کہیں سے دستیاب ہوا تو انہوں نے بندہ کو حکم فرمایا کہ اس فتویٰ کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ اُن کی طرف سے جب یہ حکم ہوا تو بندہ سفر پہ جانے والا تھا، اس لیے تفصیل سے نہیں لکھ سکا بہر حال جو کچھ تحریر ہو سکا، پیش کر دیا۔ لکھنے کا انداز یہ اختیار کیا کہ حافظ صاحب کے فتوی کو لفظ بہ لفظ مکمل نقل کر کے جواب دیا ہے۔ حافظ عون صاحب (احمد پور شرقیہ) کو اس رسالہ کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی کاپی کرا کے حافظ عبد الرحمن صاحب کو دی اور ان سے جواب کا مطالبہ کیا۔ ہم لوگ انتظار میں رہے کہ اگر وہ کوئی مناقشہ

کریں تو اس پر غور کر لیا جائے مگر دس سال کا عرصہ بیت گیا اُن کی طرف سے اَب تک خاموشی ہے جب کہ کئی بار انہیں یاد دہانی بھی کرائی۔

طویل انتظار کے بعد مسودہ کو شائع کرنے کا خیال آیا تو ارادہ ہوا کہ اس میں اضافہ کرکے نسبۃً جامع بنایا جائے۔اس لئے اس میں مفید اضافے کئے ، ابحاث کو ابواب کے تحت ذکر کیا اور ترتیب بھی نئی قائم کی۔ اَب کتاب میں درج ذیل بائیس ابواب ہیں۔

باب نمبر:۱... تین طلاقوں کے وقوع پر قرآن وحدیث سے دلائل۔

باب نمبر:۲... تین طلاقوں کے وقوع پر آثارِ صحابہ کرام۔

باب نمبر:۳... مسئلہ تین طلاق میں تابعین کا مسلک۔

باب نمبر:۴... ائمہ اربعہ مسلک۔

باب نمبر:۵... سلف صالحین کا مسلک۔

باب نمبر:۶... محدثین کرام کا مسلک۔

باب نمبر:۷... مسئلہ تین طلاق میں علمائے سعودیہ کا مسلک۔

باب نمبر:۸... تین طلاقوں کے واقع ہو جانے پر اجماع کے حوالے۔

باب نمبر:۹... شاذ اقوال اجماع کے لیے مضر نہیں۔

باب نمبر:۱۰... تین طلاقوں کے وقوع پر غیر مقلدین کی تائیدی عبارتیں۔

باب نمبر:۱۱... حلالہ شرعی کی وضاحت۔

باب نمبر:۱۲... غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ۔

باب نمبر:۱۳... افرادِ امت سے ہم نوائی کے دعووں کی حقیقت۔

باب نمبر:۱۴... غیر مقلدین کی قیاسی آراء کا جائزہ۔

باب نمبر:۱۵... غیر مقلدین کے چند مزید شبہات کا ازالہ۔

باب نمبر:۱۶... غیر شرعی/بدعی طلاق کا وقوع، غیر مقلدین کی زبانی۔

باب نمبر:۱۷... صحابہ کرام وعلماء عظام کے متعلق گستاخانہ تحریریں، بے جا الزامات اور نامناسب باتیں۔

باب نمبر:۱۸... مسئلہ تین طلاق وغیرہ میں غیر مقلدین کی تضاد بیانیاں۔

باب نمبر:۱۹... غیر مقلدین کی طرف سے صحیح مسلم کی حدیثوں پر جرح۔

باب نمبر:۲۰... علامہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کے بارے میں کچھ باتیں۔

باب نمبر:۲۱... مسئلہ تین طلاق میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں۔

باب نمبر:۲۲... در متفرقات۔

ان ابواب سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کتاب میں کیا کچھ ہے۔ اور کتاب کی فہرست دیکھ کر بھی کتاب کے مندرجات اجمالی طور پر معلوم ہو سکیں گے۔

مسئلہ تین طلاق کی تحقیق میں اکابر حضرات اور علماء کرام کی بھی کتابیں شائع ہیں اس لیے انہیں بھی مطالعہ میں رکھیں۔ یہ کتابیں "الفضل للمتقدم، فضیلت تو پہل کرنے والے کے لئے ہے "کا مصداق ہیں۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱)...... عمدۃ الاثاث۔ (حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ)

(۲)...... حرام کاری سے بچیئے۔" (مولانا منیر احمد منور دام ظلہ)

بندہ نے مذکورہ بالا دونوں کتابوں سے نسبۃً زیادہ استفادہ کیا ہے۔ پھر اُن میں سے دوسری سے پہلی کی بہ نسبت زیادہ فائدہ حاصل کیا۔

(۳)...... کتاب الطلاق۔ (حضرت مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب)

(۴)...... تاریخ طلاقِ ثلاثہ۔ (حضرت مولانا محمد امین اُوکاڑوی رحمہ اللہ)

(۵)...... تین طلاقیں اور حلالہ۔ (حضرت مولانا محمد امین اُوکاڑوی رحمہ اللہ)

یہ دونوں رسالے اُن کی کتاب تجلیات صفدر جلد چہارم طبع ملتان میں شامل ہیں۔

(۶)...... طلاق ثلاث صحیح احادیث کی روشنی میں۔ (مولانا حبیب الرحمن قاسمی استاد دار العلوم دیوبند)

(۷)...... تین طلاق پر دار العلوم دیوبند کے دو مدلل و مفصل فتوے۔ (مفتی زین الاسلام قاسمی استاد دار العلوم دیوبند)

(۸)......ایک مجلس کی تین طلاقیں، اس کی نوعیت اور حل۔(حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی ، مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور)

(۹)......جواب مقالہ۔(حضرت مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن دام ظلہ)

(۱۰)......الازہار المربوعۃ۔(حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب)

(۱۱)......الاعلام المرفوعۃ۔(حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی صاحب)

(۱۲)......حضرت مولانا عمر صاحب دام ظلہ۔(کوٹ ادو)کا رسالہ...

(۱۳)......مسئلہ طلاقِ ثلاثہ۔(حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ)

(۱۴)...... تین طلاق کا مسئلہ۔(مولانا سید سلمان منصور پوری)

(۱۵)......طلاقِ ثلاث، ایک سوال کا جواب۔(مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب دام ظلہ)

(۱۶)......طلاقِ ثلاثہ اور حافظ ابن قیمؒ۔(مولانا عتیق الرحمن سنبھلی)

(۱۷)......ماہ نامہ تجلی دیوبند نمبر۔یہ مسئلہ تین طلاق کے حوالہ سے خصوصی اشاعت ہے۔

(۱۸)......الاشفاق۔(علامہ زاہد الکوثری)

اس کا اُردو ترجمہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ ’’آپ کے مسائل اور ان کا حل‘‘ میں شامل ہے۔

غیر مقلدین کا نیا مسلک

آخر میں اک اطلاع بھی دے دوں کہ اَب غیر مقلدین کا اک نیا مسلک بھی وجود میں آگیا ہے وہ یہ کہ اگر گواہوں کی موجودگی کے بغیر طلاق دی جائے تو وہ واقع نہیں ہوتی۔اس رائے کے قائلین میں ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد ہیں، انہوں نے اپنا یہ مسلک اپنی کتاب ’’مکالمہ‘‘ میں لکھا بلکہ اس کتاب میں شیخ البانی اور شیخ احمد شاکر کا یہی نظریہ بتلایا ہے اور یہ اقرار بھی کیا کہ اہلِ تشیع بھی اسی کے قائل ہیں۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

’’معاصر علماء میں علامہ البانی رحمہ اللہ کا فتوی یہ ہے کہ حالتِ حیض، حالتِ نفاس اور اس طہر میں کہ جس میں بیوی سے تعلق قائم کیا ہو، اسے دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اسی طرح دو گواہوں کی غیر موجودگی میں بھی طلاق نہیں ہوتی ہے جب کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ دو

گواہوں کی غیر موجودگی میں طلاق کے قائل ہیں ... جمہور کا موقف ہمیشہ یہی رہا ہے کہ دو گواہوں کے بغیر بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ البتہ اہلِ تشیع میں موقف یہی ہے کہ دو گواہوں کے بغیر طلاق نہیں ہوتی ... امام ابن حزم، شیخ ابو زہرہ اور شیخ احمد شاکر رحمہم اللہ کا موقف بھی یہی ہے کہ طلاق کے وقت دو گواہوں کی موجودگی واجب ہے۔"

(مکالمہ صفحہ ۱۷۲، ناشر: دار الفکر الاسلامی، طبع اول: جنوری/۲۰۱۸ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول کر کے میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت اور عوام کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، آمین رحم اللہ عبدا قال آمینا

رب نواز عفا اللہ عنہ

مدرس دار العلوم فتحیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور

۲۵، جنوری/۲۰۲۴ء

مولانا الیاس علی شاہ صاحب حفظہ اللہ

قبر میں روح کا جسم سے تعلق

(حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ ایک عبارت پر اشکال کا جواب)

اعتراض: انور شاہ کشمیریؒ قبر میں ارواح کا تعلق ابدان عنصریہ سے نہیں مانتا چنانچہ فرماتے ہیں

تحقیق آن ست کہ معنی حیات تعلق روح بہ بدن ست و در قبر اصلا تعلق روح بدن نیست بلکہ بقاء شعور و ادراک روح را بعد از مفارقت از بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند

(مشکلات القرآن لانور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تحت قولہ تعالیٰ: کیف تکفرون باللہ الایۃ صفحہ 11)

جواب: یہاں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے یہ الفاظ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے الفاظ کی نقل ہے جس میں شاہ صاحبؒ اس تعلق کی نفی کر رہے ہیں جس سے حیات مطلقہ حاصل ہوتی ہے اور وہ تعلق تصرف و تدبیر والا ہے جس کے آثار اس دنیا میں محسوس ہوتے ہیں اس تعلق کی نفی نہیں کر رہے جو ادراک و شعور کی حد تک برزخی حیات کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ وہ خود اس عبارت میں اس شبہ کی نفی کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں:

بلکہ بقاء شعور و ادراک روح را بعد از مفارقت از بدن تعبیر بحیات فرمودہ اند

ترجمہ: یعنی بدن سے جدائی کے بعد روح کے ادراک و شعور کے باقی رہنے کو حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔

باقی مماتیوں کا یہ خیال کہ شاہ صاحبؒ کے ہاں روح میں ادراک و شعور باقی رہتا ہے لیکن بدن سے اس حد تک بھی تعلق نہیں رہتا یہ ان کے سوء فہم کا نتیجہ ہے اور شاہ صاحبؒ کے دیگر عبارات بھی اس سے آبی ہیں۔

شاہ صاحبؒ خود مشکلات قرآن میں فرماتے ہیں:

"فلا یوھم انہ یدل علی نومھم فی القبر بلا عذاب

یعنی اس سے یہ وھم نہ کیا جائے کہ یہ ان کے قبر میں نیند پر بلا عذاب دلالت کر رہی ہے۔

اور آگے فرمایا:

"والاصل فی القبر حال النوم و فیہ مستثنیات کثیرۃ لا یحیط بھا علما"

ترجمہ:۔ قبر میں اصل نیند کی حالت ہوتی ہے اور اس میں بہت سی استثنائی حالات ہیں جن کا احاطہ ہماری علم نہیں کر سکتی۔

(تحت قولہ تعالی: ویوم یحشرہم کان لم یلبثوا الا ساعۃ من النہار الایۃ صفحہ 11)

اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ نیند میں روح کا جسد سے تعلق ہوتا ہے۔ باقی نیند میں روح کے تعلق کے باوجود جو ایک گونہ تعطل ہوتا ہے تو اس سے شاہ صاحبؒ مستثنیات کثیرہ کی بات فرما رہے ہیں۔

1۔۔ وہ خود یہاں عذاب کی صورت میں بیان فرمایا ہے "فلا یوھم انہ یدل علی نومھم فی القبر بلا عذاب" تو دوسری جگہ دیگر صورتوں کو بھی بیان فرمایا ہیں۔

2۔۔ اس تعطل سے ایک استثناء سماع موتیٰ ہے جس کے متعلق مشکلات قرآن میں فرماتے ہیں:

"وقلت

سماع موتی کلام الخلق قاطبة

قد صح فیہ لنا الآثار فی الکتب

و آیة النفی فی نفی انتفاعھم

لا یسمعون و لا یصغون للادب"

ترجمہ: اور میں کہتا ہوں:

مردوں کا ساری مخلوق کا کلام (قریب سے) سننا، اس سلسلے میں کئی کتابوں میں آثار ہمارے ہاں صحیح ثابت ہو چکے ہیں اور نفی آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ ایسا سماع نہیں کرتے ہیں جس سے ان کو ہدایت ہو کہ نہ وہ تو ادب و احترام کے لئے سنتے ہیں اور نہ کان لگاتے ہیں۔

(تحت قولہ تعالی انک لا تسمع الموتی الایۃ ص:222)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اقول و الاحادیث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر

(فیض الباری ج/3 ص42)

ترجمہ: میں کہتا ہوں سماع موتیٰ کی حدیثیں درجہ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"اذا مر احد کم بقبر رجل یعرفه یرد الله روحه الخ فدل علی رد الروح علیه فلا یسمع فی کل وقت"

(فیض الباری جلد 5 صفحہ 15)

ترجمہ:۔ جب تم میں سے کوئی کسی ایسے شخص کی قبر پر جاتا ہے جو اسے جانتا ہے، اللہ اس کی روح لوٹا دیتے ہیں۔۔۔۔ یہ حدیث رد روح پر دلالت کرتی ہے پس میت ہر وقت نہیں سنتا۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"وقد یتخایل ان رد الروح ینافی الحیوۃ وهو یقررها فان الرد انما یکون الی الحی لا الی الجماد کما وقع فی حدیث لیلة التعریس "(تحیۃ الاسلام ص 35)

ترجمہ:۔ کبھی خیال کیا جاتا ہے کہ روح کا لوٹانا حیات کے منافی ہے حالانکہ رد روح حیات کو ثابت کرتا ہے کیونکہ روح زندہ کی طرف لوٹائی جاتی ہے نہ کہ جماد کی طرف جیسا لیلۃ التعریس کی حدیث میں ہے۔(ترجمہ از تسکین الصدور ص 252)

3۔۔اسی طرح دیگر مستثنیات بھی ثابت کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

قوله(نم صالحا) یستفاد منه ان القبور معطلة عن الاعمال مع ان کثیرا من الاعمال قد ثبت فی القبور کالاذان والاقامة عند الدارمی، قراءة القرآن عند الترمذی، والحج عند البخاری

(فیض الباری ج 1 ص 267)

ترجمہ:۔ نم صالحا سے معلوم ہوتا ہے کہ قبور اعمال سے معطل ہیں باوجود اس کے کئی اعمال قبور میں ثابت ہیں جیسے اذان اور اقامت عند الدارمی، قرآن کی قرات عند الترمذی اور حج عند البخاری۔

بلکہ انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مطلب ہی افعال سے عدم تعطل بیان فرماتے ہیں:

"انهم ابقوا علی هذہ الحالة ولم تسلب عنهم۔۔۔۔۔ والاحادیث ارادت افعال الحیوۃ

واعمالها لا بقاء الروح"

(تحیۃ الاسلام ص36)

یعنی وہ(انبیاء کرام علیہم السلام)اسی حالت پر باقی رکھے گئے ہیں اور یہ حالت ان سے سلب نہیں کی گئی۔۔۔۔۔اور یہ احادیث افعال واعمال والی زندگی بتلاتی ہیں نہ صرف بقاء روح۔

4۔۔اسی طرح وہ ایک صورت قبر میں ملائکہ کے سوال کا ذکر فرماتے ہیں:

"ثم السوال عندی یکون بالجسد مع الروح کما اشار الیه صاحب الهدایة فی الایمان"

(فیض الباری ج1 ص270)

ترجمہ:۔پھر سوال میرے نزدیک جسم سے ہوتا ہے روح کے ساتھ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کتاب الایمان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہاں پر تو شاہ صاحب نے صراحت کیساتھ جسد سے روح کی معیت کو بیان فرمایا ہے۔لہذا ادراک وشعور کی حد تک شاہ صاحبؒ جسد کے ساتھ روح کے تعلق کو ثابت کرتے ہیں جس سے عذاب، سماع السوال اور قریب سے سماع کلام الاحیاء ثابت فرما رہے ہیں اب بھی کوئی مماتی یہ سمجھے کہ شاہ صاحبؒ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے۔

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

نااہل مجتہد کے متعلق علامہ نووی رحمہ اللہ کا غضب ناک فیصلہ

مسائل کا استنباط واستخراج کرنا، قرآن وسنت سے مسائل نکالنا مجتہد کا کام ہے اس لئے ہر عربی جاننے والا مجتہد نہیں بن سکتا۔ مسلم شریف میں روایت ہے۔

عن عمرو بن العاص رضی اللّٰه عنه انه سمع رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم قال:اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران،وإن اخطأفله اجر:

اس حدیث کے تحت علامہ نووی رحمہ اللہ مسلمانوں کا اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال العلماء: اجمع المسلمون ان هذا الحديث فی حاکم عالم اهل للحکم فان اصاب فله اجران،اجرباجتهاده، واجرباصابته.وان اخطأفله اجرباجتهاده...قالوا:

فأما من ليس باهل للحکم فلا يحل له الحکم،فإن حکم فلا اجرله بل هواثم ولا ينفذحکمه سواء واقف الحق ام لا، لأن اصابته اتفاقية ليست صادرة عن اصل شرعی فهو عاص فی جميع احکامه سواء وافق الصواب ام لا، وهی مردودة کلها لا يعزر فی شئ من ذالك.

(نووي شرح مسلم،ج۲،ص۷٦)

ترجمہ:یعنی تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہیں کہ یہ حدیث اس عالم، مجتہد حاکم کے متعلق ہے جس میں فیصلہ کرنے کی، فتویٰ دینے کی اہلیت وصلاحیت موجود ہو۔اب اگر ایسا ہی عالم حق کے موافق فیصلہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطاء فرمائینگے ایک اس کے اجتہاد کی اور محنت کی وجہ سے اور دوسرا اس کا حق تک پہنچنے کی وجہ سے۔البتہ اگر فیصلہ کرنے میں، فتویٰ دینے میں اس نے غلطی کی پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کی محنت کی وجہ سے ایک اجر ضرور عطاء فرمائیگا۔

آگے علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

جس میں اجتہاد اور فتویٰ کی صلاحیت موجود نہ ہو تو ایسے آدمی کیلئے فتویٰ دینا ناجائز وحرام ہیں لیکن پھر بھی اگر ایسے

نااہل آدمی نے فتویٰ دیا تو بجائے اجر ملنے کے الٹا یہ آدمی گنہگار ہو گا اور ایسے شخص کا فتویٰ و فیصلہ نافذ نہیں کیا جائیگا اگرچہ حق تک کیوں نہ پہنچے کیونکہ اس کا حق تک پہنچنا ایک اتفاقی امر ہے کسی اصل شرعی کی وجہ سے نہیں ہے اور یہ شخص تمام احکام میں گنہگار ہیں۔

علامہ نووی رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں کہ سنن میں ایک حدیث وارد ہے جس میں آتا ہے کہ قضاۃ تین قسم کے ہیں ہیں ان میں سے ایک جنت جائیگا اور دو جہنم جائینگے۔

پہلا وہ قاضی ہے جس نے حق کو پہچانا اور حق کے موافق ہی فیصلہ صادر کیا یہ جنت جائیگا۔ دوسرا وہ قاضی ہے جو حق کو جاننے کے باوجود حق کے خلاف فیصلہ کرتا ہے یہ جہنم جائیگا اور تیسرا وہ قاضی ہے جس نے جہالت کی بنیاد پر فیصلہ صادر کیا تو یہ بھی جہنم جائیگا۔

اسکی آسان مثال ہم یوں بھی دے سکتے ہیں کہ ایک سرکاری ماہر ڈاکٹر اگر مریض کا صحیح آپریشن کرلے تو بہت خوب ورنہ اس کی محنت کے بعد اگر کسی مریض کا آپریشن ناکام ہوا، مریض مر گیا تو بھی ڈاکٹر کو قصوروار قرار نہیں دیا جائیگا، حکومت وقت نہ اس کو سزا دے گی اور نہ ہی کوئی جرمانہ اس پر عائد کیا جائیگا۔

اس کے برعکس ایک ناآدمی اگر آپریشن کرنے بیٹھ گیا اگرچہ یہ آدمی صحیح آپریشن کیوں نہ کریں لیکن حکومت وقت ضرور اس کو بیڑیا پہنا کے جیل کا مہمان بنائیگا کیونکہ یہ نااہل ہے اس میں ڈاکٹری کی شرائط وصلاحیت موجود نہیں بالکل اسی طرح غیر مقلدین بھی نااہل ڈاکٹرز جیسے ہیں ان لوگوں میں اجتہاد کی صلاحیت موجود ہی نہیں مگر اس کے باوجود قرآن وحدیث سے ازخود مسائل نکالنے کے دعویدار ہیں حالانکہ ایسے لوگوں کی اجتہاد سے دین کی تعمیر نہیں بلکہ دین کی تخریب لازم آئیگی۔

آخیر میں درد دل وخلوص کے ساتھ غیر مقلدین کو ایک درد بھرا پیغام دیتا ہوں کہ خدارا قرآن وحدیث سے بچوں کا کھیل نہ بنائیں جس طرح نااہل ڈاکٹر کو دنیا میں حکومت وقت کی جانب سے سزا ملے گی ایسے ہی نااہل مجتہدین کو روز محشر اللہ تعالیٰ کی دربار میں سزا ملے گی۔ لہذا اپنے آپ کو نااہل مجتہدین کی صف سے بچاؤ ورنہ عتاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد کی کتاب "طلاق، خلع اور حلالہ" کا مطالعہ

[بندہ کی ایک کتاب "مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث" زیر ترتیب ہے۔ اس کے لئے مسئلہ طلاق سے متعلقہ غیر مقلدین کی متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اُن میں سے ایک کتاب "طلاق، خلع اور حلالہ" مؤلفہ حافظ صلاح الدین یوسف ہے۔ اس کے متعدد حوالہ جات پر بحث بندہ کی زیر ترتیب کتاب میں ہوگی ان شاء اللہ۔ البتہ جو باتیں اس کتاب کے عنوان سے ہٹ کر ہیں، انہیں یہاں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (رب نواز عفا اللہ عنہ)]

پُر خطر وادیوں سے بسلامت گزرنے کا دعویٰ

حافظ محمد عثمان یوسف (مدیر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور) نے اپنے والد حافظ صلاح الدین یوسف کے متعلق لکھا:

"مشاجرات کی بحثوں سے افراط و تفریط کا شکار ہوئے بغیر بھلا کون اپنا دامن بچا کر گزر سکا... لیکن والد گرامی ان پُر خطر وادیوں سے بسلامت گزر گئے۔"

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۲، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

یہ تو بیٹے کا دعوی ہے اَب ذرا اُن کے والد صاحب کی اپنی عبارت پڑھئے۔ حافظ صلاح الدین یوسف نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی پہ ایک مضمون "میرے مربی، محسن اور استاد" تحریر کیا۔ اس میں لکھتے ہیں:

"پھر راقم نے جب بہ اصرار اجازت لے کر "خلافت و ملوکیت" کا جواب لکھا تو نظر ثانی کے وقت ایک مقام پر اہلِ سنت کے متفقہ مسلک سے جو کچھ انحراف ہے، اس کی بابت انہوں نے اسے بدلنے کا مشورہ دیا۔ یہ مقام ہے جمل و صفین کی جنگوں میں بر سر حق گروہ کا۔ اہل سنت کے جمہور علماء و فقہاء کی رائے یہ ہے کہ ان میں حضرت علیؓ حق پر تھے اور حضرت معاویہؓ غلطی پر۔ اَور وہ اسے حضرت معاویہؓ کی خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ راقم نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" کی تاریخی و شرعی حیثیت" میں اس سے قدرے برعکس موقف اختیار کیا ہے اور حضرت مرحوم کی خواہش کے باوجود اسے تبدیل نہیں کیا۔"

(الاعتصام، اشاعتِ خاص بیاد مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صفحہ ۴۷۸)

صلاح الدین صاحب نے اعتراف کیا کہ مشاجراتِ صحابہ کی بابت اُن کا موقف اہلِ سنت کے برخلاف ہے۔ مزید یہ کہ انہیں اس پہ متنبہ بھی کیا گیا پھر بھی رجوع نہیں کیا۔

یزید کی ثقاہت کا موقف

حافظ محمد عثمان یوسف لکھتے ہیں:

"واقعہ کربلا پر لکھا تو یوں لکھا کہ ابن معاویہ کی تعدیل کے ساتھ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت برقرار رہی۔"

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۲، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

اس عبارت میں یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ صلاح الدین صاحب کے نزدیک یزید ثقہ راوی ہے۔ اس کے بالمقابل شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔"

(ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر: ٦ صفحہ ٨، بحوالہ اشاعۃ الحدیث، بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۹۲)

اعتدال کا دعویٰ

حافظ محمد عثمان یوسف لکھتے ہیں:

"اعتدال کسے کہتے ہیں، دین کیسے سمجھنا ہے، حکمت کیا ہوتی ہے، اور باشعور تحریر کسے کہتے ہیں، یہ سب جاننا ہو تو والد گرامی کی تصنیفات کا مطالعہ کرنا چاہیے۔"

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۳، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب نے جس حکمت، اعتدال اور شعور کا مظاہرہ کیا اس کا ایک نمونہ آگے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دام ظلہ سے مخاطبت کے حوالہ سے آرہا ہے، ان شاء اللہ۔

مولانا سید سلیمان ندوی اور علامہ شبلی کی کتب میں علمی جواہر

حافظ محمد عثمان یوسف اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں:

”انہوں نے مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا ابو الحسن ندوی اور مولانا عبد السلام ندوی جیسے متعدد اصحاب قلم کی تصانیف سے بھی استفادہ کیا اور مولانا ابو الکلام آزاد، قاضی سلیمان منصور پوری، علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کی کتابوں سے بالخصوص علمی جواہر اخذ کئے۔“

(پیش لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۲، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

مولانا سلیمان ندوی کو دیگر غیر مقلدین نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حوالہ جات کے لیے بندہ کی کتاب ”غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراج تحسین“ کا مطالعہ کیجئے۔ یہ کتاب قسط وار مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ میں شائع ہو رہی ہے۔ ایک سو اٹھارہ (۱۱۸) قسطیں شائع ہو چکی ہیں والحمد للہ۔ اس میں علامہ شبلی کا تذکرہ بھی شامل ہو گا ان شاء اللہ۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

حافظ محمد عثمان یوسف لکھتے ہیں:

”کتاب پر بطور مقدمہ شامل کرنے کے لیے مولانا یوسف بنوری جیسے جید حنفی عالم نے بینات میں لکھا اپنا ”عظمتِ صحابہ“ سے متعلق مضمون ہدیہ کر دیا۔ کیا آج ایسی رواداری کہیں دکھائی دیتی ہے؟ ایک جید عالم جو پیری کے دَور میں ہیں جب کہ دنیا ان کا لوہا مانے ہوئے ہے، عجم کیا عرب ان کی جلالت علمی سے متاثر ہیں، وہ ایک پچیس سال کے لڑکے کی کتاب میں جس کا تعلق بھی دوسرے مسلک سے ہے، اپنا مضمون بطور مقدمہ شامل کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ کچھ خاص بات تو رہی ہو گی اس لڑکے کی تحریر میں کہ ایک متبحر حنفی عالم و شیخ الحدیث ان کی کتاب پر تقدیم کا خواہاں ہوتا ہے اور کیا خوبی ہو گی اس عالم کی شانِ انکساری و سرپرستی علم کی کہ وہ اپنے لحاظ سے ایک طفل مکتب کی کتاب کو عملی و علمی طور پر سراہتے ہیں۔ آہ خاک ہو گئے نگینے لوگ۔“

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۳، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی مدح سرائی پہ مشتمل دیگر غیر مقلدین کے حوالہ جات کے لیے بندہ کی کتاب ''غیر مقلدین کا علمائے دیوبند خراجِ تحسین'' دیکھئے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جس کی کتاب ہوتی ہے وہ تقدیم لکھوانے کا خواہاں ہوتا ہے، نہ کہ وہ شخصیت جسے سے تقدیم لکھوائی جارہی ہو۔

تفسیر احسن البیان

حافظ محمد عثمان یوسف لکھتے ہیں:

''اور پھر تفسیر ''احسن البیان'' کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس تفسیر کے متعلق کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ایک ایسی تفسیر جو شروع سے آخر تک سلف کے فہم پر مبنی ہے۔''

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۴، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

اس تفسیر سے خود کئی غیر مقلدین کو اختلاف ہے مثلاً اس میں قرآن کی آیت ومن یشاقق الرسول الخ کی تفسیر میں اجماع کو حجت قرار دے کر اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کا ایک طبقہ اجماع کی حجیت کا منکر ہے۔ حوالہ جات بندہ نے اپنی کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' میں نقل کر دیئے ہیں۔

عثمان صاحب تفسیر احسن البیان کو ''شروع سے آخر تک سلف کے فہم پر مبنی۔'' قرار دے رہے ہیں۔ ساری تفسیر فہم سلف کے مطابق ہونا تو بڑی بات ہے آپ صرف مسئلہ تین طلاق کی بابت ثابت کر دیں کہ انہوں نے اسے فہم سلف کے مطابق حل کیا ہو؟ اسلاف نے قرآن وحدیث سے کیا سمجھا ہے تین کا تین ہونا یا تین کا ایک ہونا؟ مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک سلف صالحین صحابہ وتابعین ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا تو ثابت نہیں۔''

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۷، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

کتاب ''طلاق، خلع اور حلالہ'' کی حیثیت

حافظ محمد عثمان یوسف لکھتے ہیں:

”مذکورہ کتاب ”طلاق، خلع اور حلالہ، قرآن و سنت اور فقہ حنفی کے تناظر میں تحقیقی جائزہ“ ہماری جدوجہد کی ایک اہم کڑی ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے ممتاز و منفرد ہے جو عوام و خواص کے لیے بہت سا علمی مواد اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔“

(پیشِ لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۶، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

اس عبارت کے مطابق کتاب میں جو اقتباسات احناف کی حمایت اور غیر مقلدین کی مخالفت میں ہیں وہ بھی ممتاز و منفرد شمار ہونے چاہئیں۔

متعہ طلاق ہر طلاق یافتہ عورت کے لیے!؟

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

”طلاق دینے کے بعد رجوع نہ ہو سکے تو مطلقہ عورت کو اچھے طریقے سے رخصت کیا جائے... علاوہ ازیں اس موقع پر انہیں کوئی ہدیہ یا تحفہ دینے کا حکم دیا گیا... یہ متعہ طلاق (فائدہ) ہر قسم کی طلاق یافتہ عورت کو دینا چاہیے۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۶، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

بتایا جائے کہ اس مسئلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف کیا ہے وہی جو مذکورہ عبارت میں ہے یا کچھ اور؟ جب کہ فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

”ان [امام بخاری رحمہ اللہ (ناقل)] کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں۔“

(فتاوی نذیریہ: ۱/۴۲۷، مکتبۃ المعارف الاسلامیۃ گوجرانوالہ)

طلاق حسن کو ”طلاق کی بدترین قسم“ کا نام دینے کی جسارت

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

”طلاق حسن، جو بہت مشہور ہے۔ یہ طریقہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا ہے۔ اس لئے اسے مسنون طریقہ سمجھ لیا گیا ہے اور اسے طلاق سنت کا نام دے دیا گیا، حالاں کہ اسے طلاق سنت قرار دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے... طلاق کی دوسری قسم، طلاق حسن جسے طلاق سنت مشہور کر دیا گیا ہے، طلاق کی بدترین قسم ہے۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۴۹، ۵۰، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب نے تسلیم کیا کہ طلاق حسن کی یہ تعریف سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، پھر بھی کہہ دیا کہ یہ طلاق کی بدترین قسم ہے۔ اس لئے اسے طلاق سنت کا نام دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ "حنبلی المسلک" ہیں

صلاح الدین صاحب "فقہ حنبلی کا فتویٰ" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"حنبلی مسلک کی کتاب "المغنی" میں ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں..."

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۹، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کا شمار محدثین میں ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ حنبلی المسلک مقلد بھی ہیں اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ محدثین تقلید کے قائل نہیں تھے۔

نووی شافعی المسلک ہیں

صلاح الدین صاحب "فقہ شافعی کا فتویٰ" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"شافعی مسلک کی کتاب "روضۃ الصالحین" میں امام نووی لکھتے ہیں۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۹، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

امام نووی رحمہ اللہ کو شافعی مقلد تسلیم کیا ہے، وہ مقلد ہونے کے ساتھ ساتھ محدث بھی تھے۔ مزید یہ کہ انہوں نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا ہے:

"فعلی ھذا یلزمہ ان یجتھد فی اختیار مذھب یقلدہ علی التعیین، ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ کوشش کر کے کوئی ایک مذہب چن لے اور پھر معین طور سے اس کی تقلید کرے۔"

(المجموع شرح المہذب: ۹۱/۱، مطبعۃ العاصمۃ قاھرۃ بحوالہ تقلید کی شرعی حیثیت صفحہ ۶۶)

مسئلہ خلع میں عورت کو مرد پر قیاس

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

”خاوند میں کوئی اور ایسی بیماری ہو، جسے عورت ناپسند کرے اور شادی سے پہلے اس کی بابت اسے بتلایا نہ گیا ہو تو وہ بھی نکاح فسخ کرا کے خاوند سے علیحدہ ہو سکتی ہے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ﴿جس آدمی نے کسی عورت کے ساتھ شادی کی (بعد میں معلوم ہوا کہ) اسے دیوانگی، کوڑھ یا برص کی بیماری ہے (تو اسے اختیار ہے کہ اسے طلاق دے کر رخصت کر دے) اور اس سے صحبت کی ہے تو اسے اس کا پورا حق مہر دینا ہو گا اور یہ مہر خاوند عورت کے ولی سے وصول کرے گا (اس لئے کہ اس نے اسے عورت کے ان عیبوں سے آگاہ نہیں کیا تھا﴾ اس اثر سے مرد کے اختیار کا بیان ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے یہی اختیار اس عورت کو بھی ہو گا جس کی شادی ایسے مرد سے کر دی جائے جس کو مذکورہ بیماریوں میں سے کوئی بیماری یا کوئی اور کوئی خطرناک بیماری لگی ہو اور شادی سے پہلے اس بیماری کی اطلاع اسے نہ مل سکی ہو، نیز اس بیماری کی وجہ سے وہ اس کے پاس رہنا پسند نہ کرے تو اسے بھی یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ خاوند سے بذریعہ طلاق یا بذریعہ عدالت یا پنچایت نکاح فسخ کرا کے علیحدگی اختیار کر لے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: قیاس کا تقاضا ہے کہ ہر وہ عیب جو میاں بیوی سے ایک کو دوسرے سے متنفر کر دے اور اس کی وجہ سے نکاح کا مقصود، شفقت و محبت حاصل نہ ہو، وہ دونوں کے لیے اکٹھے رہنے یا نہ رہنے کو واجب کر دیتا ہے اور یہ اختیار اس سے زیادہ اَولیٰ ہے جو خرید و فروخت میں ملتا ہے۔ جیسے ان شرطوں کا پورا کرنا، جو نکاح میں باندھی جاتی ہیں، خرید و فروخت کی شرطوں سے اَولیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے کبھی کسی ”مغرور“ (جس کو فریب دیا جائے) یا ”**مغبون**“ جس سے بدنیتی کی جائے) پر اس چیز کو لازم نہیں کیا ہے جس میں ان کے ساتھ دھوکہ اور بدنیتی کی گئی ہو۔ جو شخص بھی شریعت کے مقاصد اور اس کے عدل و حکمت اور اس پر مشتمل مصلحتوں پر غور کرے گا تو اس پر اس رائے کا راجح ہونا اور اس کا قواعد شریعت کے قریب ہونا مخفی نہیں رہے گا۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۸۶، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

غیر مقلدین قیاس کو حجت نہیں سمجھتے۔ مگر جب چاہتے ہیں، خود قیاس کر لیتے ہیں۔ مزید قابلِ غور بات یہ

ہے کہ صلاح الدین صاحب نے اس مسئلہ کا قیاس کسی آیت یا حدیثِ نبوی پہ نہیں کیا بلکہ امتی / سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول پہ قیاس کیا ہے۔ جب کہ غیر مقلدین کے ہاں غیر معصوم کی بات حجت نہیں ہے۔ شیخ زبیر علی زئی کی کتاب "مقالات الحدیث" دیکھئے!

یہاں "رائے کا راجح ہونا" پہ توجہ رہے کہ وہ رائے پیش کر رہے ہیں، نہ کہ حدیثِ نبوی۔ جب کہ وہ دوسروں کو "اہل رائے" قرار دے کر اس کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ "اہل رائے" حدیث سے بے نیاز ہو کر محض رائے سے فتوے دیتے ہیں۔ مگر جناب نے یہاں کون سی حدیث نبوی پیش کی ہے؟

امام زہری کے قول پہ فتویٰ

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

> "ہر اُس خطرناک بیماری کی وجہ سے عورت خلع کروا سکتی ہے جس سے اسے نفرت و کراہت ہو اور اس کی وجہ سے وہ مرد کے وہ حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو جو اس سے عائد ہوتے ہیں، چنانچہ امام زہری کا قول ہے:﴿یرد النکاح من کل داء عضال﴾ ہر خطرناک بیماری کی وجہ سے نکاح رد (ختم) کر دیا جائے گا۔"
>
> (طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۸۷، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

کہنے کو تو غیر مقلدین کہہ دیا کرتے ہیں غیر معصوم کی پیروی جائز نہیں، دوسرے لفظوں میں امتی کی اتباع ناجائز ہے۔ اسی اصول سے وہ ائمہ کی تقلید کو ناجائز بتاتے ہیں مگر خود امتیوں کی پیروی کیا کرتے ہیں جس کی ایک مثال مذکورہ بالا مسئلہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اور ان کی تفسیر معارف القرآن

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

> "مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد گرامی جناب مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم نے قرآن مجید کی اردو میں نہایت مفصل تحریر فرمائی ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں میں شائع شدہ ہے۔ تفسیر "معارف القرآن" اس کا نام ہے۔ اس میں ہر اہم مسئلے پر مفتی صاحب موصوف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی ہے۔"

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۶۹، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

مذکورہ عبارت میں درج ”ہر اَہم مسئلے پر مفتی صاحب موصوف نے خاصی تفصیل سے گفتگو کی۔“ جملہ پہ ہم ماشاء اللہ اور الحمد للہ کہتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر کو قبول کرے، آمین۔

تفویض طلاق کے قائل علمائے غیر مقلدیت

صلاح الدین صاحب نے مسئلہ تفویضِ طلاق کی بابت لکھا:

”بعض علمائے اہلِ حدیث بھی اس کے جواز کا فتوی دے دیتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اس مسئلے کا گہرائی سے جائزہ نہیں لیا یا عورتوں کے ”حقوق“ کے شور میں اس کی شاید ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لئے وہ بھی جواز کے قائل ہو گئے۔ راقم کے پاس بھی یہ استفسار آیا اور اس میں بعض علمائے اہلِ حدیث کی طرف سے اس کے اثبات کا حوالہ بھی دیا گیا۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۹۷، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

غیر مقلدین کا اختلاف سامنے آگیا اور یہ بات بھی کہ غیر مقلدین کے ایک فریق نے بقول صلاح الدین صاحب گہرائی سے جائزہ نہیں لیا۔ اس فریق سے پوچھا جائے تو وہ اپنے مخالف کی بابت یہی دعویٰ کرے گا کہ انہوں نے اس مسئلہ میں گہرائی سے کام نہیں لیا۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی پر گھناونا الزام

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

”موجودہ علمائے احناف میں ایک نہایت بر سر آوردہ عالم مولانا تقی عثمانی صاحب ہیں جن کو ان کے عقیدت مندوں نے شیخ الاسلام کے لقب سے نوازا ہوا ہے، جن کا اس دَور میں ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ ”میزان بینک“ کے نام سے جو بینک قائم ہوا ہے اس کو غیر سودی بینک قرار دے کر سودی طریقوں کو سندِ جواز مہیا کی ہے۔ گویا فقہی حیلوں کے ذریعے سے حرام کو حلال کرنے میں ان کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔ اللہ کرے زورِ فقاہت اور زیادہ۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۲۱، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب کے بیٹے حافظ محمد عثمان یوسف ان کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ ان کے وسعتِ مطالعہ کا اثر تھا کہ جس سے اختلاف کیا، ادب سے کیا۔ دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم میں سید مودودی سے بھرپور اختلاف کیا لیکن اس قدر تہذیب و شائستگی کے ساتھ کہ اپنی بات بھی کہہ گئے، سید مودودی کے افکار کا انتقاد بھی ہو گیا اور سید کی شخصیت کے احترام کا پاس بھی رہ گیا۔“

(پیش لفظ: طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۲، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

عثمان صاحب کا دعویٰ ہے کہ ان کے والد نے مودودی صاحب کے احترام کا پاس رکھا ہے۔ عرض ہے کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دام ظلہ کو مودودی صاحب جتنا بھی احترام نہیں دیا۔ نہ صرف یہ کہ احترام نہیں دیا بلکہ انہیں حیلوں سے حرام کو حلال کرنے کا خصوصی ماہر قرار دیا ہے۔ مگر بیٹا صاحب ”جس سے اختلاف کیا، ادب سے کیا“ کہہ کر تعریف کر رہے ہیں۔

یہاں اسلامی بینکاری کی وجہ سے صلاح الدین صاحب نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ پہ فقہی حیلوں سے حرام کو حلال کرنے کا الزام جڑ دیا جب کہ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر غیر مقلد نے اسی خدمت پہ انہیں خراجِ تحسین پیش کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”جو ہمارا روایتی طبقہ اور ہمارا مین دھارا (Main Stream) ہے، اس سے ہم کریٹو ورک (Creatove work) کی بعض مثالیں لے سکتے ہیں جیسا کہ عصر حاضر میں اس کی مثال... مولانا محمد تقی عثمانی کا اسلامی بینکاری کے بارے میں کام ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ ... مولانا تقی عثمانی صاحب کے اسلامک بینک (Islamic Banking) کے فتوی سے ہمیں اتفاق ہے کہ نہیں۔ کچھ کو اتفاق ہے، کچھ کو نہیں ہے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ بہر حال ہمیں ماننا پڑے گا کہ چاہے... تقی عثمانی صاحب سے سینکڑوں اختلافات ہوں کہ یہ اُن کا تخلیقی کام ہے۔“

(تحقیق اور اصول تحقیق صفحہ ۲۰)

ڈاکٹر محمد اسلام غیر مقلد نے ”تحقیق اور اصول تحقیق صفحہ ۱۹، ۲۰ پہ حاشیہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ کے مختصر حالات لکھ دیئے جس میں ان کے مقام کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب

موصوف دام ظلہ کو دیگر غیر مقلدین نے بھی خراجِ تحسین پیش کیا۔ ہماری کتاب ”غیر مقلدین کا علمائے دیوبند کو خراج تحسین“ دیکھئے۔

صلاح الدین صاحب ایک طرف تو الزام دیتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ کو فقہی حیلوں سے حرام کو حلال بنانے کی خصوصی مہارت ہے اور دوسری طرف ان کی ایسی فقاہت کے لئے ”اللہ کرے زورِ فقاہت اور زیادہ۔“ کہہ کر بڑھوتری کی دعا بھی دیتے ہیں۔

مدرسہ دار العلوم دیوبند

صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں:

”ماضی قریب کے چند حنفی مفسرین کے حوالے ملاحظہ فرمائیں جن سب کا خصوصی تعلق دار العلوم دیوبند ہی سے ہے جو پاک وہند کے علمائے احناف کی مسلمہ مادر علمی ہے۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۳۰، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

اس عبارت میں دیوبندیوں کا حنفی ہونا تسلیم کیا ہے جب کہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے علمائے دیوبند کو حنفی ماننے سے انکار کر دیا۔ بلکہ انہوں نے یہاں تک لکھا:

”میری جس تحریر میں دیوبندیوں و بریلویوں کے ساتھ حنفی کا لفظ لکھا گیا ہے وہ عرف کے لحاظ سے لکھا گیا ہے ورنہ حقیقت میں یہ حضرات حنفی نہیں۔ لہٰذا اسے مسنوخ سمجھا جائے۔“

(نصر الباری صفحہ ۴۰ بحوالہ اشاعۃ الحدیث حضرو، بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۳۹۲)

مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی ”سلفی“ ہیں

صلاح الدین صاحب نے مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کی ایک عبارت نقل کی۔ جس میں انہوں نے اپنے سلفی ہونے کا اقرار کیا۔ چنانچہ وہ اپنے متعلق لکھتے ہیں:

”دیوبند کے خلاف طبیعت میں تعصب موجود تھا۔ پھر علامہ رشید مرحوم کے درس نے مسلک سلف کا قائل کر دیا تھا۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۱۳، ناشر مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

جب وہ سلفی ہیں تو ان کے حوالے بطورِ الزام سلفیوں کے خلاف پیش کئے جاسکتے ہیں۔

مولانا مفتی محمد محسن طارق الماتریدی صاحب حفظہ اللہ

مماتی مسلک سے تعلق رکھنے والے ایک مفتی صاحب کا ایک اعتراض اور ایک اشکال

اعتراض

فاتح رضاخانیت مناظر اہلسنت والجماعت حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ تعالی کے مماتی مقتدا خضر حیات صاحب سے پوچھے گئے سوال الجزئی لایکون کاسبا ولامکیسبا کہ جزئی نہ کاسب بن سکتی ہے نہ مکتسب بن سکتی ہے سے متعلق کہنے لگا کہ

> جزئی نہ کاسب بن سکتی ہے نہ مکتسب بن سکتی ہے اس گھڑے گئے قاعدہ کی وضاحت آپ حضرات کے پاس خود بھی نہیں ہے کہ جزئی کیسے نہ کاسب بن سکتی ہے اور نہ مکتسب بن سکتی ہے جو علامہ صاحب سے آپ کے علامہ صاحب (حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ تعالی) پوچھ رہے تھے ایسے ہی فرضی سوال بنایا ہوا ہے اور فرضی سوال کی فرضی وضاحت پوچھ رہے تھے۔

اس پر بندہ نے عرض کیا کہ

> یہ جو آپ کہہ رہے ہیں یہ آپ کے علامہ صاحب نے کہا ہے یا از خود آپ کہہ رہے ہیں پسینہ صاف کر کے سچ بتانا؟

کہنے لگا

> جس نے بھی کہا ہو بس میں کہہ رہا ہوں ناں

اس پر میں نے کہا

> غالب گمان یہ ہے کہ یہ آپ کے علامہ صاحب نے ہی خود پر سے شرمندگی کا بار گراں اتارنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا ہے۔

معاً میں نے کہا کہ آپ کے علامہ صاحب شرح تہذیب ہی صحیح پڑھ لیتے یا آپ صحیح پڑھ لیتے تو یہ قاعدہ بھی مل جاتا الجزئی لایکون کاسبا ولا مکتسبا کہ جزئی نہ کاسب بن سکتی ہے نہ مکتسب بن سکتی ہے اور اس کی وضاحت بھی آپ

حضرات کو شرح تہذیب کے طبع مکتبۃ البشري کے حاشیہ تحفہ شاہجانی میں مل جاتی کہ جزئی کیسے نہ کاسب بن سکتی ہے نہ مکتسب بن سکتی ہے۔ لیجئے آپ بھی کیا یاد رکھیں گے کس سخی سے پالا پڑھا ہے۔

صاحب شرح تہذیب نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے۔

الجزئی لایکون کاسبا ولا مکتسبا

(شرح التہذیب ص 29 مبحث احتیاج المنطق طبع مکتبۃ البشری)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ

جزئی نہ کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) بن سکتی ہے نہ مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) بن سکتی ہے۔

توضیح امر اول کہ جزئی کاسب نہیں بن سکتی

کیونکہ اگر جزئی کو کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) بنائیں گے تو دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1 جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) جزئی ہو گی۔

2 یا جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کلی ہو گی۔

اگر کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) جزئی ہو تو جزئیات ایک دوسرے کے متبائن ہوتی ہیں اور

1: مبائن کا حمل مبائن پر ناروا ہے۔

2: جبکہ کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر حمل ہوتا ہے۔

1: مبائن کا حمل مبائن پر ناروا ہے اس کی مثال، جیسے زید عمرو

اس مثال میں عمرو کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے زید مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کا لہذا اس مثال میں عمرو کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل زید مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں یعنی زید مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) اور عمرو کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ایک دوسرے کے مبائن ہیں اور مبائن کا حمل مبائن پر ناروا ہے۔

2: کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر حمل ہوتا ہے اس کی مثال جیسے الکلمۃ لفظ۔

اس مثال میں لفظ کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر حمل ہو رہا ہے اور اگر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کلی ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

1: جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) اس کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کے افراد میں ہو گا

2: یا جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) اس کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کے افراد میں سے نہیں ہو گا۔

اگر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) اس کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کے افراد میں سے ہو تو تعریف جامع نہیں ہو گی کیونکہ اس صورت میں خاص کا عام پر حمل لازم آئے گا جو کہ ناروا ہے جیسے الانسان بکر۔ اس مثال میں بکر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے اور انسان کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہے اور خاص بکر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) انسان کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کے افراد میں سے ہے۔ اور بکر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) خاص ہے جبکہ انسان کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) عام ہے۔ اور خاص بکر جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل عام انسان کلی مکتسب یعنی (معرف باسم المفعول) پر ہو رہا ہے۔ اور خاص کا حمل عام پر ناروا ہے کہ انسان تو بکر کے علاوہ زید عمرو خالد بھی ہے لہذا تعریف جامع نہیں ہوئی۔

اور اگر کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) اس کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کے افراد میں سے نہ ہو تو مبائن کا حمل مبائن پر ہو گا جیسے الانسان قطبی۔

اس مثال میں انسان مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہے جو کہ کلی ہے اور قطبی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے جو کہ جزئی ہے۔ اور قطبی جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل ہو رہا ہے انسان کلی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر۔ اور جزئی قطبی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کلی انسان مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کی مبائن ہے اور مبائن کا حمل مبائن پر ناروا ہے۔ یہ وضاحت ہوئی اس امر کی کہ جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) نہیں بن سکتی۔

توضیح امر ثانی کہ جزئی مکتسب بھی نہیں بن سکتی

کیونکہ اگر جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہو تو اس کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) دو حال سے خالی نہیں ہو سکتا۔

1: جزئی مکتسب یعنی (باسم المفعول) کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) جزئی ہو گی

2: جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کلی ہو گی

اگر جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) جزئی ہو تو مبائن کا مبائن پر حمل آئے گا جو کہ ناروا ہے جیسے بکر خالد۔

اس مثال میں خالد جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے اور بکر جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہے۔ اور بکر مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) جزئی ہے اور اس کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) خالد بھی جزئی ہے۔ اور خالد جزئی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل ہو رہا ہے بکر مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر۔ سو یہ حمل صحیح نہیں ہے کیونکہ جزئیات ایک دوسرے کی متبائن ہوتی ہیں۔

اور اگر جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کا کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کلی ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔

1: جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کے افراد میں سے ہو گی

2: یا جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کے افراد میں سے نہیں ہو گی۔

اگر جزئی مکتسب یعنی معرف باسم المفعول) کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کے افراد میں ہو تو عام کا خاص کے اوپر حمل آئے گا جو کہ ناروا ہے جیسے زید انسان۔

اس مثال میں انسان کلی عام کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے اور زید جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہے۔ اور انسان کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل زید جزئی خاص مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر حمل ہو رہا ہے اور یہ عام کا خاص پر حمل ہو رہا ہے جو کہ ناروا ہے۔

اور اگر جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کے افراد میں سے نہ ہو تو مبائن کا مبائن پر حمل لازم آئے گا جو کہ ناروا ہے جیسے زید فرس۔

اس مثال میں فرس کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) ہے اور زید جزئی مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) ہے۔اور فرس کلی کاسب یعنی معرف (باسم الفاعل) کا حمل جزئی زید مکتسب یعنی معرف (باسم المفعول) پر ہورہاہے اور یہ مبائن کا مبائن پر حمل ہے جوکہ ناروا ہے

لہٰذا ثابت ہوا ہے کہ

الجزئی لایکون کاسبا ولا مکتسبا

ھذا ای احفظ ھذا

سو ایک بار پھر کہتا ہوں کہ

آپ بھی کیا یاد رکھیں گے کہ کس سخی سے پالا پڑا ہے اور آئندہ ایسے سوالات کی وضاحت نہ مانگنا جس کی وضاحت درجہ ثالثہ کا طالب علم بھی دے سکتا ہو

اللهم اهدنا الصراط المستقيم

اشکال

(مماتی نے) کہا: اجساد انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کو زمین کے نہ کھانے والی والی جو حدیث ہے مراد مندرجہ ذیل حدیث تھی

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ ، عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ : فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ ؛ فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ . قَالَ : قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ ـ يَقُولُونَ : بَلِيتَ ـ ؟ فَقَالَ : إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

(اخرجه أبو داود فى سننه (بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ برقم 914 و بَابُ تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الْوِتْرِ برقم 1343) و (إكثار الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة برقم 1365 وإكثار الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة برقم 1366) وابن ماجه فى سننه (بَابٌ فِي فَضْلِ

الْجُمُعَةِ برقم 1088 و بَابُ ذِكْرِ وَفَاتِهِ وَدَفْنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 1639) وأحمد فی المسند (حَدِيثُ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ وَهُوَ أَوْسُ بْنُ حُذَيْفَةَ برقم 15905 و حَدِيثُ أَوْسِ بْنِ أَبِي أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ وَهُوَ أَوْسُ بْنُ حُذَيْفَةَ برقم 15906) وابن خزيمة فی صحيحه (جُمَّاعُ أَبْوَابِ فَضْلِ الْجُمُعَةِ برقم 1638) وابن حبان فی صحيحه (بَابُ الْأَدْعِيَةِ برقم 912) والحاكم فی المستدرك (أَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ برقم 980) والدارمی فی سننه (بَابٌ فِي فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ برقم 1594 و بَابٌ فِي فَضْلِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ برقم 1595) والنسائی فی الكبرى (الْأَمْرُ بِإِكْثَارِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَوْمَ برقم 1644) وابن أبي شيبة فی مصنفه (فِي فَضْلِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِهَا برقم 5431 و فِي ثَوَابِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ برقم 8560) وابن أبي عاصم فی الآحاد والمثانی (أَوْسُ بْنُ أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ برقم 1402) والطبرانی فی الأوسط (مَنِ اسْمُهُ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ برقم 4936) والطبرانی فی الكبير (قَتْلُ أَبِي عُبَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَبَاهُ يَوْمَ بَدْرٍ برقم 588) وأبو نعيم الأصبهانی فی دلائل النبوة (الْفَصْلُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُونَ برقم 490) وأبو نعيم الأصبهانی فی معرفة الصحابة (مَعْرِفَةُ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّتَهُ بِإِكْرَامِ أَصْحَابِهِ وَحُرْمَةِ برقم 926) والبيهقی فی السنن الكبير (وَمِنْ جُمَّاعِ أَبْوَابِ الْهَيْئَةِ لِلْجُمُعَةِ برقم 5605) والبيهقی فی السنن الصغير (بَابُ فَضْلِ الْجُمُعَةِ برقم 469)

اوس بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے دنوں میں سے سب سے بہتر دن جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اسی دن ان کی روح قبض کی گئی اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن چیخ ہو گی اس لئے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اوس بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے بدن کو حرام کر دیا ہے۔

(مماتی نے) کہا: کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

میں نے کہا بالکل صحیح ہے۔ کیوں آپ کو کوئی اشکال ہے؟

کہا! اچھا، عظام یوسف علیہ الصلوۃ والسلام والی جو حدیث ہے مراد مندرجہ ذیل حدیث تھی

أتى النَّبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم أعرابيًّا فأكرَمه فقال له: (ائتِنا) فأتاه فقال له رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: (سَلْ حاجتَكَ) قال: ناقةٌ نركبُها وأعنُزٌ يحلُبُها أهلي] فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم: (أعجَزْتُم أنْ تكونوا مِثْلَ عجوزِ بني إسرائيلَ؟ قالوا: يا رسولَ اللهِ وما عجوزُ بني إسرائيلَ؟ قال: (إنَّ موسى عليه السَّلامُ لَمَّا سار ببني إسرائيلَ مِن مِصرَ ضلُّوا الطَّريقَ فقال: ما هذا؟ فقال علماؤُهم: إنَّ يوسُفَ عليه السَّلامُ لَمَّا حضَره الموتُ أخَذ علينا مَوْثِقًا مِن اللهِ ألَّا نخرُجَ مِن مِصرَ حتَّى ننقُلَ عِظامَه معنا قال: فمَن يعلَمُ موضِعَ قبرِه؟ قال: عجوزٌ مِن بني إسرائيلَ فبعَث إليها فأتَتْه فقال: دُلِّيني على قبرِ يوسُفَ قالت: حتَّى تُعطيَني حُكْمي قال: وما حُكْمُكِ؟ قالت: أكونُ معكَ في الجنَّةِ فكرِه أنْ يُعطيَها ذلكَ فأوحى اللهُ إليه: أنْ أعطِها حُكْمَها فانطلَقَتْ بهم إلى بُحيرةٍ موضعِ مُستنقَعِ ماءٍ فقالت: أنضِبوا هذا الماءَ فأنضَبوه فقالتِ: احتفِروا فاحتفَروا فاستخرَجوا عِظامَ يوسُفَ فلمَّا أقلُّوها إلى الأرضِ وإذا الطَّريقُ مِثْلُ ضوءِ النَّهارِ)

(اخرجه ابن حبان في صحيحه كِتَابُ الرَّقَائِقِ بابُ الْوَرَعِ وَالتَّوَكُّلِ برقم 724 و اخرجه الحاكم في المستدرك (تَفْسِيرُ سُورَةِ الشُّعَرَاءِ برقم 3482 و ذِكْرُ يُوسُفَ بْنِ يَعْقُوبَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا برقم 4051) والحافظ ابن حجر في المطالب العالية (بَابُ يَعْقُوبَ وَيُوسُفَ برقم 3545) وأبو يعلى الموصلي في مسنده (حَدِيثُ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ برقم 7096)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کے پاس تشریف لائے۔ اس دیہاتی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

(اگر آپ کو کوئی حاجت ہو تو) اپنی حاجت طلب کیجئے۔

اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی چاہیئے جس پر ہم سوار ہو سکیں اور کچھ بکریاں چاہیئے جس کا دودھ میرے گھر والی پی سکیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم لوگ اتنے عاجز ہو گئے ہو کہ بنی اسرائیل کی بوڑھیوں کی مانند بھی نہیں ہو سکتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کی بوڑھیوں کا کیا معاملہ ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب موسی علیہ الصلوۃ والسلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے روانہ ہوئے تو وہ لوگ راستہ بھول گئے حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کی وجہ پوچھی؟ تو ان کے علماء نے فرمایا: حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے انتقال کا وقت جب قریب ایا تھا تو انہوں نے اللہ تعالی کی طرف سے ہم سے یہ پختہ عہد لیا تھا کہ جب ہم لوگ مصر سے نکلیں گے تو اپنے ساتھ ان کی میت بھی ساتھ لے کے جائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے دریافت کیا۔ ان کی قبر کی جگہ کو کون جانتا ہے؟ تو اس شخص نے بتایا: بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والی ایک بوڑھی عورت۔ حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے اس عورت کو بلوایا وہ عورت اپ کے پاس آئی حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا آپ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کی طرف میری رہنمائی کر دیجئے۔ اس عورت نے کہا جب تک اپ مجھے میرا معاوضہ نہیں دیں گے میں ایسا نہیں کروں گی۔ حضرت موسی علیہ الصلاۃ والسلام نے دریافت کیا کہ تمہارا معاوضہ کیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا یہ کہ میں جنت میں اپ کا بساتھ چاہتی ہوں حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ بات اچھی نہیں لگی کہ اس عورت کو یہ معاوضہ عطا کرے۔ اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف یہ وحی کی کہ وہ عورت جو مانگ رہی ہے وہ اسے دے دو پس وہ عورت ان لوگوں کو لے کر ایک جگہ پر ائی جہاں سے پانی پھوٹ رہا تھا۔ عورت نے کہا: اس پانی کو بند کر دیجئے۔ ان لوگوں نے پانی کو بند کر دیا۔ اس عورت نے کہا: اب اسے کھول دیجئے ان لوگوں نے اسے کھولا تو وہاں سے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی ہڈیاں نکل آئیں سو انہوں نے حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی ہڈیوں

کو نکال لیا پھر جب وہ اس سرزمین کی طرف واپس ائے تو راستہ یوں تھا جیسے دن کی روشنی ہوتی ہے۔

(مماتی نے) کہا: کیا یہ حدیث بھی صحیح ہے؟

میں نے کہا بالکل یہ بھی صحیح حدیث ہے۔

کہا: دونوں احادیث میں جو تعارض ہے اسے دور کیجئے میں نے جس حیاتی مسلک سے تعلق رکھنے والے عالم سے یہ تعارض پوچھا ہے انہوں نے یہی جواب دیا ہے کہ جن محدثین کرام نے ان دونوں احادیث کو صحیح فرمایا ہے یہ اشکال ان کو نہیں سوجھا جو آپ کر رہے ہیں؟ بھلا یہ کوئی جواب ہے؟

میں نے کہا:

چلو میں آپ پر یقین کرلیتا ہوں کہ آپ نے پوچھا ہو گا اور انہوں نے یہی جواب دیا ہو گا بوجہ ان کے علم میں مندرجہ ذیل جواب نہ ہونے کے جیساکہ یقینا آپ کے علم میں بھی مندرجہ ذیل جواب نہیں ہے بہر کیف۔ میں نے کہا یہ اشکال آپ حضرات کے پسندیدہ محدث محترم البانی صاحب کو بھی ہوا تھا جن کی تحقیقات کی تعریف میں آپ کے مقتدایان ہمیشہ رطب اللسان رہتے ہیں۔ البانی صاحب نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ میں ان دونوں احادیث کو صحیح قرار دے کر اس اشکال کا ذکر کرکے دونوں احادیث میں تطبیق ذکر فرمائی ہے چنانچہ البانی صاحب فرماتے ہیں:

> كنت استشكلت قديما قوله في هذا الحديث: عظام يوسف. لأنه يتعارض بظاهره مع الحديث الصحيح: إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. حتى وقفت على حديث ابن عمر رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم لما بدن، قال له تميم الداري: ألا أتخذ لك منبرا يا رسول الله، يجمع أو يحمل عظامك؟ قال: بلى، فاتخذ له منبرا مرقاتين. أخرجه أبو داود .1081. بإسناد جيد على شرط مسلم، فعلمت منه أنهم كانوا يطلقون العظام، ويريدون البدن كله، من باب إطلاق الجزء وإرادة الكل، كقوله تعالى: وقرآن الفجر. أي: صلاة الفجر، فزال الإشكال والحمد لله. اهـ.

(سلسة الأحاديث الصحيحة ج1 ص 623 / 624)

عبارت کا مفہوم میں عرض کئے دیتا ہوں البانی صاحب فرماتے ہیں کہ

عرصہ دراز سے میرے ذہن میں عظام یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں عظام یوسف (علیہ الصلوۃ والسلام) کے قول کو لے کر ایک اشکال تھا کیونکہ اس حدیث میں عظام یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے قول کا بظاہر تعارض ہے ایک اور صحیح حدیث سے اور وہ ہے انبیاء کرام علیھم الصلوات والتسلیمات کے اجسام مبارکہ کو زمین کے نہ کھانے والی البانی صاحب فرماتے ہیں پھر جب میں ابو داؤد کی عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ والی حدیث پر مطلع ہوا جس کی تخریج امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ تعالی سند جید کے ساتھ فرمائی ہے صحیح مسلم کی شرط پر۔

(پوری حدیث سند کے ساتھ میں پیش کر دیتا ہوں

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَدَّنَ قَالَ لَهُ تَمِيمٌ الدَّارِيُّ: أَلَا أَتَّخِذُ لَكَ مِنْبَرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ، يَجْمَعُ - أَوْ يَحْمِلُ - عِظَامَكَ ﷺ قَالَ: بَلَى، فَاتَّخَذَ لَهُ مِنْبَرًا مِرْقَاتَيْنِ

(سنن أبي داوود كِتَاب الصَّلَاةِ باب تَفْرِيعِ أَبْوَابِ الْجُمُعَةِ رقم 1081)

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم (بڑھاپے کی وجہ سے) جب بھاری ہو گیا۔ تو حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ سے عرض کیا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کے لئے ایک منبر نہ تیار کر دوں؟ جو آپ کی ہڈیوں (بدن مبارک) کو مجتمع رکھے یا اٹھائے رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کیوں نہیں ۔ چنانچہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو زینوں (سیڑھیوں) والا ایک منبر بنا دیا)۔

بہر کیف البانی صاحب فرماتے ہیں کہ پھر میرا اشکال دور ہوا کہ یہاں پر عظام فرما کر بدن مراد لیا گیا ہے اور یہ اطلاق الجزء وارادۃ الکل کے قبیل سے ہے یعنی جزء عظام کہہ کر کل بدن مراد لیا گیا ہے۔

چونکہ یہ سب گفتگو ہماری بالمشافہ چل رہی تھی اس لئے کہا: اگر البانی صاحب کی کتاب سے مجھے آپ دکھا دیں یہ میں نے کہا: قربان! ابھی دکھاتا ہوں لہذا سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ سے جب دکھایا تو، کہا: دراصل میری عربی کچھ کمزور ہے اس لئے اپنے کسی عالم کو میں یہ دکھا کر پوچھوں گا۔

میں نے کہا:

قربان! ضرور دکھائیے گا اور پھر مجھے بتائیے گا۔

چار ہفتے ہونے والے ہیں اکیس مرتبہ فون کرچکا ہوں تین بار اٹھایا ہے شروع میں کہ ہمارے علامہ صاحب واللہ اعلم کون سے علامہ صاحب ہوں گے بہرکیف یہ کہ وہ مصروف ہیں اس کے بعد اٹھارہ مرتبہ جو فون کرچکا ہوں تو سوآگے سے ان کا جواب ندارد۔

اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم

اللّٰھم انا نعوذ بعزتك ان لا اله الا انت ان تضلنا انت الحی الذی لا یموت والجن والانس یموتون

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۲)

اسم با مسمی
یعنی
نام کی طرح دلائل میں بھی سر فراز

غیر مقلدیت کی اصلاح پہ لکھی گئی حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر کی سات کتابوں کا تعارف

قرآن وحدیث سے تقلید کا ثبوت

میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لا علمی ہو قال اللّٰہ تعالیٰ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون یعنی پس سوال کرو اہلِ ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر۔"

(معیار الحق صفحہ ۶۷، الکلام المفید صفحہ ۲۰۹)

غیر مقلدین کے حلقہ میں "خاتم المحدثین" کہلوائے جانے والے مصنف نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"وجب علی العامی تقلیدہ والاخذ بفتواہ وقد استفاض الخبر عن النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم انہ لما بعث معاذا الی الیمن قال یا معاذ.. (لقطۃ العجلان صفحہ ۱۳۷)

ترجمہ: عامی آدمی پر مجتہد کی تقلید اور اس کے فتوی کو لینا واجب ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض اور مشہور حدیث آتی ہے کہ آپ ؐ نے جب حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا کہ اے معاذ..."

اس عبارت سے تین باتیں ثابت ہوئیں اول یہ کہ لا علم اور عامی آدمی پر مجتہد کی تقلید کرنا اور اس کا فتوی لینا واجب ہے۔ دوم یہ کہ یہ بات حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے

سے ثابت ہے۔ سوم یہ کہ حدیث معاذ حدیث مستفیض اور مشہور ہے۔

(الکلام المفید صفحہ ۲۰۵)

میاں صاحب اور نواب صاحب کے بقول تقلید قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔
مگر متعصب غیر مقلدین قرآن و حدیث سے ثابت شدہ اس تقلید کو ماننے سے انکاری ہیں۔

تقلید کا وجوب

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امر تسری لکھتے ہیں:

"یہ بات تو طے ہو چکی ہے کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیے۔" (تقلید شخصی صفحہ ۲۰)

مولانا موصوف کی یہ بات بالکل بجا ہے لیکن آج کل کے اکثر غیر مقلدوں کو کون سمجھائے کہ وہ تقلید کو نہ صرف یہ کہ ناجائز کہتے ہیں بلکہ تمام بُرائیوں کی جڑ ہی وہ تقلید کو قرار دیتے ہیں اور وہ اس نظریہ کو سویداء قلب میں اتارے ہوئے ہیں۔

خوشی کو آنے دیتی ہے، نہ غم کو جانے دیتی ہے
در دل پر کسی کی یاد بیٹھی پاسباں ہو کر

(الکلام المفید صفحہ ۲۰۶)

میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باقی رہی تقلید وقت لا علمی سو یہ چار قسم (پر) ہے قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی اہلِ سنت کی لا علی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہ کے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت۔"

(معیار الحق صفحہ ۷۵، الکلام المفید صفحہ ۲۰۷)

میاں صاحب نے تقلید کو واجب کہا اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس کے صحیح ہونے پر امت کا اتفاق ہے... اور ... فرمانِ نبوی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ (مستدرک حاکم)

☆... میاں صاحب نے "لا علی التعیین" جملہ کو **عِقد الجِید** کی طرف منسوب کیا ہے حالاں کہ **عِقد الجِید** میں یہ جملہ نہیں ہے۔

الکلام المفید کا جواب؟

الکلام المفید میں جہاں قرآن وحدیث، صحابہ کرام اور فقہاء محدثین کے اقوال ذِکر کئے گئے، وہاں مسئلہ تقلید کے اثبات میں غیر مقلدین کی عبارتیں بھی منقول ہیں مثلاً قرآن و حدیث سے تقلید کا جواز ووجوب، ائمہ کرام سے تقلید کا ثبوت، چوتھی صدی سے پہلے تقلید کا وجود اور تقلید کا کارِ ثواب ہونا غیر مقلدین کی کتابوں سے نقل کیا گیا ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں ہم ذِکر کر چکے ہیں۔

چوں کہ حضرت رحمہ اللہ نے اپنے موقف کو خود غیر مقلدین کی کتابوں سے ثابت کیا ہے اس لئے بھی ان کے لیے اس کا جواب لکھنا مشکل ہو گیا۔ الکلام المفید کو شائع ہوئے قریباستائیس [اور اب چالیس] سال کا عرصہ بیت چکا ہے مگر میری معلومات کے مطابق غیر مقلدین آج تک اس کا جواب شائع نہیں کر سکے اور اُمید ہے کہ آئندہ بھی وہ اس کے جواب سے عاجز رہیں گے ان شاءاللہ۔

الکلام المفید کا مکمل جواب تو میری نظر سے نہیں گزرا لیکن بعض غیر مقلدین کی طرف سے اس کتاب کی کسی ایک آدھ بات پر تنقید کرنا سامنے آیا ہے مثلاً مشہور غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

> ”سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں: اور طے شدہ بات ہے کہ اقتداء واتباع اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے۔“ (المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۳۵ طبع نہم جمادی الثانیۃ ۱۳۹۵ھ جون ۱۹۷۵ء) تنبیہ: اس طے شدہ بات کے خلاف سرفراز خان صاحب نے خود ہی لکھا ہے کہ ”تقلید اور اتباع ایک ہی چیز ہے۔“ (الکلام المفید فی اثبات التقلید ص ۳۲) معلوم ہوا کہ وادی تناقض وتعارض میں سرفراز خان صاحب غوطہ زن ہیں۔“
>
> (دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۱۴، اشاعت: جون/۲۰۰۶ء)

الجواب:

ہم یہاں پر راہ سنت کی مکمل عبارت نقل کرتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سبل السلام کے مصنف علامہ یمانی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ”اس عبارت میں علامہ یمانی نے علامہ برماوی کی یوں تردید کی ہے کہ حضرات علماء اربعہ میں سے ہر ایک کا قول قابلِ اقتداء ہے، یہ الگ بات ہے کہ اقتدا اور چیز ہے اور تقلید اور۔

کچھ بھی ہو ان کا منفرد قول بھی حجت ہے ہمارے نزدیک اقتداء اتباع اور تقلید ایک ہی شی ہے۔
غیر مقلدین کے ہاں اقتداء و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے۔"

(راہ سنت صفحہ ۳۵)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اتباع و اقتداء کو تقلید سے الگ قرار دینا غیر مقلدین کے مذہب کی رُو سے ہے۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ نے صراحۃً اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے نزدیک اتباع و اقتدا اور تقلید ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ معترض نے راہ سنت طبع نہم کا حوالہ دیا ہے۔ اس طبع کا نسخہ ہمارے پاس نہیں ہے اگر مان لیں کہ طبع نہم میں حضرت نے اقتداء و اتباع کو تقلید سے الگ باور کرایا ہو تو ان کا اس سے رجوع ہو چکا ہے کیوں کہ بعد کے ایڈیشنوں میں یہ عبارت موجود نہیں ہے۔ رجوع شدہ بات پہ طعن کرنا علی زئی صاحب کے نزدیک پروپیگنڈا کہلاتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا... کس عدالت کا انصاف ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۴۲، طبع مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۱۲ء)

حاصل یہ کہ وادی تناقض میں غوطہ زن کا طعنہ دینا بے جا ہے اور اپنے ناخواہدہ حواریوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کا محض ایک بہانہ ہے۔ علی زئی صاحب خود تناقض و تعارض کے سمندر میں غرق ہیں۔ اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں کہ ہم ان کے تناقضات و تعارضات کو تفصیل سے ذِکر کریں۔ اس کے لیے ہماری کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" دیکھ سکتے ہیں۔ تاہم یہاں بھی کچھ تناقضات علی زئی ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے وہ آخری اور ناسخ ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو۔"

(نور العینین صفحہ ۳۲۸، طبع ۲۰۰۶ء)

رفع یدین کے دوام کو ثابت کرنے کے لیے تو مذکورہ دعوی کر دیا مگر فاتحہ کی باری آئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اذا قرأ فانصتوا کے متعلق لکھا:

”یہ حدیث صحیح تو ہے لیکن منسوخ ہے۔“

(ماہنامہ الحدیث شمارہ:۸ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ)

یہی بات حاشیہ ابو داود میں لکھی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

”ھذا الحدیث منسوخ بدلیل فتویٰ ابی ھریرۃ بقراء ۃ الفاتحۃ فی الجھریۃ بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔“

(تخریج سنن ابی داود:۱/۴۷۹م طبع دار السلام)

۲۔ زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

”کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں کہ ”**انا مقلد**“ میں مقلد ہوں۔“

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۴۶)

لیکن دوسرے مقام پر ”اصحاب الحدیث کون“ کی سرخی لگا کر لکھتے ہیں:

”ابو طاہر برکۃ الحوزی الواسطی نے کہا: میں نے مالک اور شافعی کی **افضلیت** کے بارے میں ابوالحسن (علی بن محمد بن محمد بن الطیب) المغازلی (متوفی ۴۸۳ھ) سے مناظرہ کیا چوں کہ میں شافعی المذہب تھا لہذا شافعی کو افضل قرار دیا اور وہ مالکی المذہب تھے لہذا انہوں نے مالک (بن انس) کو افضل قرار دیا...“

(ماہنامہ الحدیث شمارہ:۵۶ محرم ۱۴۳۰ھ، علمی مقالات:۲/۴۹)

کیا علامہ حوزی واسطی نے اپنے آپ کو ”شافعی المذہب“ کہہ کر اپنے مقلد ہونے کا اقرار نہیں کیا؟

۳۔ ابن خزیمہ میں مؤمل حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سینے پر باندھے۔ (ابن خزیمہ:۱/۲۴۳)

زبیر علی زئی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ روایت مؤمل کی وجہ سے ضعیف نہیں بلکہ سفیان الثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔“

(نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم صفحہ ۲۰)

لیکن دوسری جگہ نماز نبوی مؤلفہ ڈاکٹر شفیق الرحمن کے متعلق لکھتے ہیں:

”میری معلومات کے مطابق اس میں کوئی ضعیف روایت نہیں ہے۔“

(مقدمۃ التحقیق نماز نبوی صفحہ ۲۳)

حالاں کہ نماز نبوی صفحہ ۱۴۴، پر ابن خزیمہ والی مذکورہ ضعیف حدیث موجود ہے مگر علی زئی صاحب بڑی معصومیت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب میں کوئی ضعیف روایت نہیں ہے۔

تنبیہ: زبیر علی زئی کے تناقضات اور تضادات پر مشتمل حافظ ظہور احمد الحسینی دام ظلہ کی کتاب ”تناقضات آل حدیث زبیر علی زئی“ کا مطالعہ مفید رہے گا ان شاء اللہ۔

تقلید واتباع کا اتحاد

اس جگہ یہ بات بھی ذہن میں رہے۔ زبیر علی زئی صاحب نے جو اتباع و تقلید کے حوالہ سے اعتراض کیا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اتباع اور چیز ہے اور تقلید چیزے دیگر است۔ مگر اتباع و تقلید کا شی واحد ہونا خود غیر مقلدین کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے اس کے متعلق کافی حوالہ جات بندہ کی کتاب ”زبیر علی زئی کا تعاقب“ میں مذکور ہیں۔ کچھ حوالے یہاں بھی ملاحظہ ہوں۔

(۱) میاں نذیر حسین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”معنی تقلید کے عرف میں یہ ہیں کہ وقت لاعلمی کے کسی عالم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا اور اسی معنٰی عرفی میں مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔“

(معیار الحق صفحہ ٦٦)

میاں صاحب آگے لکھتے ہیں:

”پس ثابت ہوا کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوّز ہے۔“

(معیار الحق صفحہ ٦٧ بحوالہ الکلام المفید صفحہ ۳۱)

(۲) مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”جو اس وقت کے بعض علماء نے کہا ہے کہ کتاب و سنت کا حکم پوچھ کر اس پر عمل کرنا

تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے۔ یہ ایک لفظی نزاع ہے جس کو وہ اتباع کہتے ہیں، اس کا دوسرے علماء تقلید نام رکھتے ہیں کیوں کہ تقلید بے دلیل بات مان لینے کا نام ہے اور عامیوں کے عمل و اتباع میں یہی امر وقوع میں آتا ہے۔ عامی کو جو حکم کتاب و سنت کا علماء وقت سے معلوم ہوتا ہے اس کو وہ یوں ہی بے دلیل مان لیتے ہیں جو عرفا تقلید کہلاتی ہے۔ کسی عامی کو اگر کوئی عالم یہ بھی کہہ دے کہ یہ مسئلہ قرآن و حدیث میں یوں آیا ہے تب بھی وہ اس قول کو بے دلیل تسلیم کر لیتا ہے کیوں کہ اس مسئلہ کی دلیل آیت یا حدیث کا اس کو علم حاصل نہیں ہوتا اور اگر کوئی عالم اس کو آیت قرآن یا حدیث پڑھ کر بھی سنا دے یا طوطے کی طرح یاد کرا دے تب بھی وہ آیت و حدیث کے معنی اور حدیث کی صحت تسلیم کرنے میں اس عالم کا مقلد کہلاتا ہے کیوں کہ وہ کسی دلیل سے نہیں جانتا کہ آیت یا حدیث کے وہ معنی جو اِس عالم نے اس کو بتائے ہیں کیوں کر صحیح ہیں اور اس حدیث کی صحت کیوں کر ثابت ہے۔ لہذا اس کی یہ تسلیم بلا دلیل تسلیم ہے جو تقلید کہلاتی ہے گو اس کو کوئی تقلید نہ کہے، اتباع نام رکھے۔"

(اشاعۃ السنۃ: ۱۱/ ۳۲۰)

(۳) خود معترض زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"لغت کی ان تعریفات و تشریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ دین میں بے سوچے سمجھے آنکھیں بند کر کے بغیر دلیل، بغیر حجت اور بغیر غور و فکر کسی شخص کی جو نبی نہیں ہے پیروی و اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے۔"

(دین میں تقلید کا مسئلہ صفحہ ۸)

مذکورہ عبارت میں ہمارا محل استشہاد "اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے۔" جملہ ہے۔ ہم نے صرف اسی جملہ کی خاطر ساری عبارت نقل کی ہے کہ معترض صاحب بھی اتباع کرنے کو تقلید قرار دے رہے ہیں۔

انقلاب

حضرت رحمہ اللہ کی کتاب "الکلام المفید" نے انقلاب برپا کر دیا ہے، اس کتاب سے جہاں اپنوں کی قلبی تسکین ہوئی وہاں مخالفین بھی سوچنے پہ مجبور ہو گئے یہاں تک کہ تقلید کے حوالے سے کئی باتیں ایسی بھی ہیں

جنہیں غیر مقلدین نے تسلیم کر لیا بلکہ ان میں بعض نے اعلانیہ اور اکثر نے چھپ چھپ کر تقلید کرنا شروع کردی۔ اس اجمال کی تفصیل اور اس دعوے کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) غیر مقلدین تقلید کے رد میں ایک روایت پیش کیا کرتے تھے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابع داری کرنے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ۔ (اہل حدیث کا مذہب صفحہ ۱۵۹) وغیرہ۔

حضرت رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے اس میں وعید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرنے پر ہے جب کہ مقلدین حضرات تو ائمہ کی تقلید کرتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر چلاتے ہیں۔ نیز یہ روایت مجالد بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (الکلام المفید صفحہ ۳۲۳)

اب غیر مقلدین نے بھی اس روایت کو ضعیف مان لیا ہے چنانچہ ارشاد اللہ مان غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”یہ روایت مجالد بن سعید، جابر بن یزید الجعفی، ابو شیبہ عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی کے سخت ضعیف اور ابو عامر القاسم بن محمد الاسدی کے غیر معروف ہونے کی وجہ سے تمام اسانید کے ساتھ ضعیف ہے۔“
>
> (تلاش حق صفحہ ۴۱۱، طبع دار الاندلس)

زبیر علی زئی بھی اسے ضعیف مانتے ہیں:

> ”وسندہ ضعیف، فیہ مجالد بن سعید وھو ضعیف عند الجمھور۔“
>
> (مقالات الحدیث صفحہ ۱۰۵، مکتبہ اسلامیہ، اشاعتِ اول: ۲۰۱۱ء)

ترجمہ: اور اس کی سند ضعیف ہے، اس میں مجالد بن سعید ہے اور وہ جمہور کے ہاں ضعیف ہے۔

علی زئی صاحب نے اپنی دیگر کتب میں بھی اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے حافظ ابو شامہؒ کے حوالے سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نقل کیا:

> ”میں تمام صحابہ کی تقلید کرتا ہوں اور ان کے خلاف اپنی رائے کو صحیح نہیں سمجھتا سوائے تین انس بن مالکؓ، ابو ھریرہؓ اور سمرہ بن جندبؓ کے۔“
>
> (توضیح الکلام صفحہ ۷۰۴)

غیر مقلد ٹولہ پہلے کہا کرتا تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے لوگوں کو تقلید سے روکا ہے لیکن آج ان میں اس قدر تبدیلی آگئی ہے کہ وہ خود امام صاحب کو مقلد کہنے سے دریغ نہیں کر رہے۔

تقلید کو چوتھی صدی کی پیداوار قرار دینے والے لوگ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ (متوفی ۱۵۰ھ) کو صحابہ کرام کا مقلد باور کرا رہے ہیں۔

غیر مقلدین عرصہ دراز سے کہتے چلے آرہے تھے کہ محدثین کسی کی تقلید نہ کرتے تھے مگر الکلام المفید کی اشاعت کے بعد ان میں تبدیلی آچکی ہے۔ اَب اُنہوں نے خود ہی محدثین کے مقلد ہونے کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ اعتراف اگرچہ ان کی بہت سی کتابوں میں مذکور ہے مگر اس حوالے سے جامع کتاب علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد کی ہے جو "کاروانِ حدیث" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ جس میں محدثین کے حالات لکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے مقلد ہونے کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے کچھ اقتباسات آئندہ اوراق میں حضرت رحمہ اللہ کی کتاب "طائفہ منصورہ" کے تعارف میں ہم نقل کریں گے ان شاءاللہ۔

(۴) ایک عرصہ سے مخالف فرقہ کے لوگ تقلید کو بدعت، شرک اور کفر کہتے رہے مگر بعد میں وہ زمانہ بھی آیا کہ اسی جماعت کے لوگ تقلید کو واجب سمجھنے لگے، جیسا کہ آگے آئے گا ان شاءاللہ۔

(۵) نہ صرف یہ کہ وہ تقلید کے زبانی قائل ہوئے بلکہ انہوں نے عملاً تقلید شروع بھی کر دی۔ اس کی باحوالہ بحث آئندہ عنوان "مدعیانِ اہلِ حدیثوں نے تقلید شروع کر دی" کے تحت آرہی ہے ان شاءاللہ۔

(٦) جو لوگ اپنی غیر مقلدیت پر فخر کیا کرتے تھے اللہ کے فضل سے وہ اب غیر مقلد پر شرمساری محسوس کرنے لگے۔ اس پر دو حوالے ملاحظہ ہوں۔

ہندوستان سے حضرت مولانا ابو بکر غازی صاحب کی زیر ادارت دوماہی مجلہ زمزم نکلتا رہا ہے جو پاکستان کے کئی شہروں میں آتا رہا۔ اس میں سوال و جواب کی نشست بھی ہوتی ہے۔ سوال و جواب کے اس مجموعہ کو "ارمغان حق" کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ اسی میں سے زبیر احمد السلفی بستی یوپی صاحب کی سوالیہ عبارت نقل کرتے ہیں زبیر صاحب لکھتے ہیں:

"اولاً میں صاف کر دوں کہ مسلکا اہلِ حدیث ہوں، دہلی میں میری تعلیم مکمل ہوئی ہے۔ مجھے آپ سے کسی مسئلہ پر الجھنا نہیں ہے۔ نہ بحث میرا مقصود ہے میں آپ سے صرف دو باتوں کا

سوال کروں گا۔[دوسرے سوال کی یہ عبارت ہے۔(ناقل)]... آپ جماعت اہلِ حدیث کے افراد کو غیر مقلد کہتے ہیں جب کہ اس نام سے ہم اپنے کو مخاطب نہیں کرتے جو نام پسند نہ ہو تو اس نام سے ہمیں پکارنا شرعا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ آپ کی تحریروں سے متاثر ہو کر دیوبندی جماعت کے تمام پرچے اب ہمیں اسی نام سے یاد کرتے ہیں کیا اس کا گناہ آپ کو نہیں ہو گا۔“

(ارمغان حق:۱/۳۳۵)

زبیر سلفی نے جو سوال کیا اس کا جواب تو مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب نے ارمغان حق میں دے دیا ہے شائقین اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن میرا ان سے سوال یہ ہے کہ اہلِ حدیثوں کو اگر غیر مقلد کہنا گناہ ہے تو ان کا غیر مقلد ہونا گناہ کیوں نہیں ہو گا؟ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی کا غیر مقلد ہونا تو گناہ نہ ہو لیکن اسے غیر مقلد کہنا گناہ ہو۔ یہ تو ایسے ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ مشرک ہونا تو جرم نہیں مگر اسے مشرک کہنا جرم ہے یا کسی کا بدعتی ہونا تو گناہ نہ ہو لیکن اسے بدعتی کہہ دینا گناہ ہو۔

پاکستان کے مشہور غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

”عرض ہے کہ ہم غیر مقلد نہیں، بلکہ اہلِ حدیث ہیں۔“

(ماہنامہ الحدیث شمارہ:۷۱، ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ صفحہ ۴۸)

مذکورہ عبارت کو ہم نے زبیر علی زئی کی طرف منسوب کیا اگرچہ مذکورہ پرچہ میں ابو معاذ لکھا ہوا ہے لیکن معاذ زبیر صاحب کے بیٹے ہیں۔(نور العینین صفحہ ۱۳)

نیز یہ کہ الحدیث کے مدیر زبیر علی زئی صاحب ہیں انہوں نے یہ لکھا:

”ماہ نامہ الحدیث میں ہر تحریر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری ہے اور اختلاف کی صورت میں صراحتاً یا اشارۃً وضاحت کر دی جاتی ہے۔“

(ماہنامہ الحدیث شمارہ:۲ صفحہ ۳۵)

اس تحریر کے پیشِ نظر نقل کردہ مذکورہ عبارت کو زبیر علی زئی کی طرف منسوب کرنا درست ہے۔

[بعد میں علی زئی کی تحریریں مستقل کتابیں شکل میں شائع ہوئیں اُن میں کئی بار علی زئی نے لفظ غیر مقلد سے بیزاری کا اظہار کیا یہاں تک اس لفظ کو "گالی" کا نام دیا۔ حوالہ جات بندہ کی کتاب "زبیر علی زئی کا تعاقب" حاشیہ: ا...... میں دیکھے جاسکتے ہیں۔]

زبیر صاحب اگر غیر مقلد نہیں تو کیا مقلد ہیں؟ آخر غیر مقلد ہونے کو اتنا بُرا کیوں سمجھا جا رہا کہ اعلانیہ اس سے براءت کی ضرورت پیش آرہی ہے۔

مدعیانِ اہلِ حدیثوں نے تقلید شروع کر دی

تقلید کے اثبات پر علمائے امت صدیوں سے عربی زبان میں لکھتے چلے آئے ہیں۔ پھر اُردو زبان میں اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ علمائے دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے سبیل الرشاد میں، شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ نے "ادلہ کاملہ، ایضاح الادلہ" میں، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے "الاقتصاد فی التقلید و الاجتہاد" میں، حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری رحمہ اللہ نے "تنقیح التقلید" میں، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ نے "خیر التنقید" میں، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ نے "تقلید کی شرعی حیثیت" میں، مولانا محمد اسماعیل سنبھلی رحمہ اللہ نے تقلید ائمہ اور مقام امام ابو حنیفہؒ" میں اور حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے "الکلام المفید" میں تقلید کے جواز پر بحث کی ہے۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

عرب و عجم کے علماء کی محنتوں سے اس قدر انقلاب آیا کہ اہلِ حدیث کہلوانے والے تقلید کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان کے تقلیدی ہونے پر خود ان کی گواہیاں حاضر خدمت ہیں۔

(ا) فریق ثانی کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی کے حالات پر مشتمل کتاب میں لکھا ہے:

"میاں صاحب نے فرمایا کہ بناء علی التجزی فی الاجتہاد میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد۔"

(الحیات بعد الممات صفحہ ۳۹۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین صاحب جن کا تمام عمر یہی عمل رہا جو اِس خاکسار کا عمل ہے میاں صاحب کے بہت سے شاگرد اور ان کے دیکھنے والے زندہ ہیں وہ ایمانی شہادت دے سکتے ہیں کہ منصوصات میں ان کا عمل قرآن و حدیث پر تھا اور غیر منصوص مسائل میں کتب فقہ ہدایہ، عالمگیری وغیرہ پر عمل اور فتویٰ تھا۔“

(اشاعۃ السنہ: ۲۳/۱۷)

بٹالوی صاحب کی تصریح کے مطابق میاں صاحب کا غیر منصوص مسائل میں فتویٰ و عمل فقہ حنفی پر تھا۔ ان کا عمل بٹالوی صاحب کے عمل کی طرح تھا اور بٹالوی صاحب کا تقلید کے متعلق کیا نظریہ تھا یہ آئندہ سطور میں آرہا ہے ان شاء اللہ۔

(۲) وکیل اہلِ حدیث مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

”ہم لوگ جو اس گروہ سے علم کی طرف منسوب ہیں منصوصات میں قرآن و حدیث کے پیرو ہیں اور جہاں نص نہ ملے وہاں صحابہ تابعین و ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں خصوصاً ائمہ مذہب حنفی کی جن کے اصول و فروع کی کتب ہم لوگوں کے مطالعہ میں رہتی ہیں۔ اگر ہم کو عام مسلمانان اہلِ سنت سے ممتاز کر کے کوئی خصوصیت کے ساتھ خطاب دینا ہے تو اہلِ حدیث کا خطاب دیا جاوے۔ اس سے بھی زیادہ خصوصیت کرنی ہو تو اہلِ حدیث حنفی کہا جائے۔“

(اشاعۃ السنہ: ۲۳/۲۹۰)

اس کا عکس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی دام ظلہ کی کتاب ”تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۵۵“ پہ دیکھا جاسکتا ہے۔

بٹالوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”جس مسئلہ میں حدیثِ صحیح مجھے نہیں ملتی اس مسئلہ میں، میں اَقوالِ مذہب امام سے کسی قول پر صرف اس حسن ظنی سے کہ اس مسئلہ کی دلیل ان کو پہنچی ہو گی تقلید کر لیتا ہوں۔ ایسا ہی ہمارے شیخ و شیخ الکل [میاں نذیر حسین دہلوی (ناقل)] کا مدت العمری عمل رہا۔“

(اشاعۃ السنۃ: ۲۲/۳۱۰)

اس کا عکس بھی تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۳۸ پر دیکھا جاسکتا ہے۔

بٹالوی صاحب ہی لکھتے ہیں:

”ہم اکثر مسائل میں امام الائمہ ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی تقلید کرتے ہیں اور مع ہذا بعض مسائل میں دیگر ائمہ مجتہدین کی پیروی و تقلید بھی کرتے ہیں۔“

(اشاعۃ السنہ: ۲۳/ صفحہ ۱۲۸)

(۳) علامہ وحید الزمان لکھتے ہیں:

”بعضے اہلِ حدیث ایسے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید سے بھاگے لیکن ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کی تقلید اندھا دھند کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ۔“

(لغات الحدیث: ۱/ ۱۲، کتاب: د)

(۴) شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”غزنوی بزرگ خصوصاً اور دیگر اہلِ حدیث عموماً امام ابن تیمیہؒ کی عملاً تقلید کرتے ہیں۔“

(العطر البلیغ صفحہ ۱۵۹، مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد دوم)

(۵) غیر مقلدین کے ”فضیلۃ الشیخ“ ابو الاشبال شاغف لکھتے ہیں:

”آج کل جماعت اہلِ حدیث کی ایک ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے جو ناصر الدین البانی کی تقلید کو واجب سمجھتی ہے اور جو کچھ ناصر الدین البانی نے لکھ دیا ان کے نزدیک حرفِ آخر کی حیثیت سے مِن و عَن قبول ہے۔“

(مقالاتِ شاغف صفحہ ۲۶۶)

(۶) مولانا عبد القادر حصاروی غیر مقلد نے اپنی جماعت کے مایہ ناز عالم مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی کے متعلق لکھا:

”مولانا نے [اصحاب کہف کے (ناقل)] ان ناموں سے جو توسل بالفعل کیا ہے اور استمداد ظاہر کی ہے جس سے ان ناموں میں نفع اور دفع ضرر کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے... شرع سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے عالم کی تقلید کی ہے۔“

(فتاوی ستاریہ: ۱۴۱/۳)

(۷) پروفیسر عبد اللہ بہاول پوری غیر مقلد نے قومہ کی حالت میں سینے پر ہاتھ باندھنے والے اہلِ حدیثوں کا رَد کرتے ہوئے لکھا:

”جب ہم ماضی قریب و بعید کی طرف نظر کرتے ہیں تو جوں جوں آپ اوپر چلے جائیں گے، آپ کو ہاتھ باندھنے والوں کی تعداد کم ہوتی نظر آئے گی حتی کہ خیر القرون میں آپ کو کوئی ایسا ایک فرد بھی نہیں ملے گا جو وضاحت یا اشارہ کے ساتھ ہاتھ باندھنے کا اثبات کرے۔ البتہ آج کے دَور میں جو کہ تقلید شخصی اور فتنوں کا دَور ہے دن بدن ہاتھ باندھنے والوں کی تعداد بڑھتی نظر آتی ہے۔ لیکن ہماری معلومات کے مطابق آج سے تقریباً چالیس پچاس برس قبل ہمارے علاقوں میں اور دوسرے علاقہ جات میں کوئی ایک فرد بھی ہاتھ باندھنے نہ تھا۔ البتہ آج کل دوسرے ممالک کی طرح ہمارے ہاں بھی ہاتھ باندھنے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔“

(رسائل بہاول پوری صفحہ ۸۲۸)

یعنی بہاول پوری صاحب کے نزدیک قومہ میں ہاتھ باندھنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد تقلید شخصی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قومہ میں سینے پر ہاتھ باندھنا کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس عبارت میں یوں بھی کہا گیا کہ ہاتھ باندھنے والوں کا اضافہ ہو رہا ہے جب کہ وہ غلط موقف والے ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ جو گروہ بڑھ رہا ہو لازمی نہیں کہ اس کی آراء حق ہوں۔

(۸) ایک صاحب نے اپنے اہلِ حدیثوں کے متعلق لکھا کہ وہ:

”مذہبی نعرے بازوں کے مقلد ہیں۔“

(نماز کے بعد دعائے اجتماعی صفحہ ٦٦)

غیر مقلدین کے مذکور بالا حوالے ایک واضح اعتراف اور ثبوت ہیں کہ اہلِ حدیث کہلوانے والے لوگوں نے تقلید کو سینے سے لگالیا۔ یہ الگ بحث ہے کہ انہوں نے جن کو چاہا اپنا مقتدا بنا کر ان کی تقلید شروع کرلی۔ تقلید کے لیے مقتدی کا انتخاب ان کی اپنی پسند ہے، ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم نے تو بس یہ ثابت کرنا ہے کہ مدعیان اہلِ حدیث تقلیدی لوگ ہیں۔

اہلِ حدیثوں کا تقلید کو قبول کرلینا بلکہ اسے عملی جامہ پہنانا اور اس کا اعتراف کرنا، ماضی بعید و قریب کے عرب و عجم کے علماء کی تحریرات کا نتیجہ ہے۔ ان علمائے حقہ میں حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، جنہوں نے تقلید اثبات پر جامع کتاب ''الکلام المفید'' تحریر فرمائی، جزاہم اللہ احسن الجزاء۔

(جاری)

ابو الجراح مفتی محمد صابر سلطان صاحب تلمیذ رشید علامہ عبد الغفار ذہبی رحمہ اللہ (قسط:۲)

غیر مقلدین اپنی اصولوں کی روشنی میں تحریف قرآن کے مرتکب ہیں

پچھلی قسط میں ہم نے غیر مقلدین کے اصولوں کی روشنی میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے (10) عبارات تحریف قرآن کے پیش کیے تھے۔اب آتے ہیں غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام کی۔

تحریف قرآن نمبر11

چنانچہ غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امر تسری مرحوم لکھتے ہیں۔

لا الشمس ینبغی لھا آن تدرك القمرولا الیل سابق النھار۔ کل فی فلك یسبحون۔

(فتاوٰی ثنائیہ ج1ص198)

یہاں پر غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم نے۔وکل فی فلك یسبحون۔ کو۔کل فی فلك۔۔۔ سے تبدیل کر دیا کل سے پہلے واؤ کو حذف کر دیا اور یوں یہودیت کا پرچار کیا۔

تحریف قرآن نمبر12

غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

واذ کر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صدیقا النبیا۔ یعنی اسمعیل بڑا راست باز نبی تھا۔

(فتاوٰی ثنائیہ ج1ص271)

قارئین کرام! یہاں پر غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم نے قرآنی آیت میں تحریف پر گزارہ نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کر دیا۔ کلام الٰہی میں آیت یوں ہے۔وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ ؗ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا (سورۃ مریم آیت54) ترجمہ: اور اس کتاب میں اسماعیل کا بھی تذکرہ کرو۔بیشک وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول اور نبی تھے۔یہاں پر حوارئین غیر مقلد یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ یہ کتابت کی غلطی ہے تو اس پر بھی اپنا اصول پڑھتے جائیں۔

متعصب غیر مقلد خود ساختہ محدث حافظ زبیر علی زئی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ۔

اس خود ساختہ آیت کا اکاڑوی ترجمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ کتابت کی غلطی نہیں ہے۔

(قرآن وحدیث میں تحریف ص 11)

ہم بھی کہتے ہیں کہ تمہارے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب کا خود ساختہ ترجمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کتابت کی غلطی نہیں بلکہ تحریف قرآن ہے۔

مدعی قرآن وحدیث کاش کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کو پڑھ لیتے۔اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿سورۃ مریم ۱۰۵﴾ ترجمہ۔ جھوٹ افتراء تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے۔ اور وہی جھوٹے ہیں۔

تحریف قرآن نمبر 13

غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

قالوا ربنا انا اطعنا صادتنا وکبرآئنا فاضلونا السبیلا۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص 309)

جبکہ کلام الٰہی میں آیت یوں ہے۔ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿سورۃ الاحزاب ۶۷﴾ یہاں پر اہلحدیث جدید کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب نے قالوا سے پہلے واؤ کو بھی حذف کر دیا اور سادتنا کو صادتنا سے تبدیل کر کے یہودی فعل کا ارتکاب کیا۔

تحریف قرآن نمبر 14

غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب لکھتے ہیں۔

ساری آیت کو دیکھتے تو سوال نہ کرتے بس غور سے سنیں۔ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما أھل بہ لغیر اللّٰہ والمنخنقۃ۔۔۔۔۔۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج 1 ص 350)

جبکہ کلام الٰہی میں آیت یوں ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ۔ سورۃ المائدہ آیت 3۔ قارئین گرامی! یہاں پر غیر مقلدین کے پیشوا صاحب نے بہ کو وما اھل کے بعد ذکر کر دیا جبکہ قرآن پاک میں لغیر اللّٰہ کے بعد ہے۔ شیخ صاحب نے قرآن میں آیت کو آگے پیچھے کر دیا ہے جو کہ غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں تحریف قرآن ہے۔ اللہ شیخ صاحب کو معاف فرمائے۔

تحریف قرآن نمبر 15

غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

اور نابینا کفار کی مذمت میں فرمایا۔ وکم من آیۃ یمرون علیہا وھم عنہا معرضون۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج1 ص438)

جبکہ قرآن پاک میں آیت یوں ہے۔ وَكَأَيِّن مِّن آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ۔ (دیکھیئے سورۃ یوسف آیت 105)۔ یہاں پر غیر مقلدین کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب مرحوم نے وکاین کو وکم سے تبدیل کر دیا اور غضب کرتے ہوئے فی السماوات والارض کو بھی غائب کر دیا اتنی صراحت کے ساتھ تحریف کی ہوئی ہے پھر بھی فرشتے بنے پھرتے ہیں صرف دوسرے لوگ ہی کافر و مرتد و یہودی ہیں ایسی تحاریف کرنے والے خالص پکے مسلمان ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بعد اب آتے ہیں ان کے شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کی عبارات کی طرف۔

تحریف قرآن نمبر 16

غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ والذین یرمون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا۔

(الاحزاب ع7)

(تنقید سدید ص310)

شیخ العرب والعجم صاحب نے جو آیت سورۃ الاحزاب کے حوالہ سے لکھی وہ تو اس طرح نہیں ہے البتہ مسلمانوں کے قرآن میں جو سورۃ الاحزاب ہے اس میں یوں ہے۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا۔ دیکھیئے سورۃ الاحزاب آیت 58 اب حواریین شاہ راشدی صاحب ہمیں یرمون والی آیت سورۃ الاحزاب میں دیکھ کر بتلائیں اور انعام پائیں۔

تحریف قرآن نمبر 17

شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین راشدی صاحب لکھتے ہیں۔

اُ اَللّٰہُ انزل احسن الحدیث کتاب متشابھا

(تنقید سدید ص337)

غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم صاحب نے جس انداز سے آیت لکھی ہے وہ مسلمانوں کے قرآن میں تو نہیں ہے البتہ درست اور صحیح آیت یوں ہے۔ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِھًا۔ سورۃ الزمر آیت 23۔ ہمارے اکابرین احناف رحمھم اللہ پر یہی جناب راشدی صاحب ہیں جنھوں نے زبر و زیر کی غلطی پر یہ الزام دھرا ہے کہ انہوں نے اپنے مذھب کی خاطر یہ تحریفیں کی ہوئی ہیں تو اب یہاں پر خود کے بارے میں کیا فیصلہ ہو گا مرحوم تو رہے نہیں اب ان کے حوارین ہی بتلادیں۔

تحریف قرآن نمبر19،18

شیخ العرب والعجم سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔

جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیئے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔۔۔ الا لہ الخلق والامر فتبارك اللّٰہ رب العلمین۔ پس اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جو چیزیں اس آیت میں مذکور ہیں اور وہ جس خدمت پر مامور ہیں وہ سب اللہ کے حکم سے ہیں پھر تشریح کی اور فرمایا۔ الا لہ الخلق والامر فتبارك اللّٰہ رب العلمین۔

(عقیدہ توحید اور علماء سلف کی خدمات ص45)

اس کتاب پر تقدیم پروفیسر عبد اللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ نے لکھی ہے اور تقریظ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھی ہے اس کے باوجود ایک ہی صفحہ پر ایک ہی آیت کو دوبار غلط لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے وہم و گمان میں آیت ہے ہی اسی طرح کہ جس طرح انہوں نے لکھی ہے۔

جبکہ مسلمانوں کے قرآن میں صحیح اور درست آیت یوں ہے۔ اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ ؕ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ دیکھیئے سورۃ الاعراف آیت 54۔ غیر مقلدین کے اصول کی روشنی میں شیخ العرب والعجم کے ساتھ ساتھ حافظ صلاح الدین یوسف صاحب اور پروفیسر عبد اللہ ناصر رحمانی صاحب بھی محرف قرآن ہو کر یہودی ہوئے ہیں۔

تحریف قرآن نمبر20

شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی صاحب کے ایک کاتب ہیں عبد العزیز نہڑیو انچارج۔ مکتبہ

راشدیہ۔ آزاد پیر جھنڈو وہ بھی حضرت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دو قدم آگے جا نکلے چنانچہ کاتب شیخ العرب والعجم صاحب لکھتے ہیں۔

الذین قالوا التخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیأ ادا۔

(عقیدہ توحید اور علماء سلف کی خدمات ص26)

یوں آیات جو کاتب سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب نے لکھی ہیں مسلمانوں کے پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے۔ البتہ کلام الٰہی سورۃ مریم میں اس طرح سے ہیں۔ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ کاتب سید بدیع الدین شاہ راشدی صاحب نے وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا میں **قالوا** سے پہلے واؤ کو بھی اڑا دیا اور پھر جراءت غیر مقلدیہ کرتے ہوئے **قالوا** سے قبل الذین کا بھی اضافہ کر دیا اور یوں اصول غیر مقلدیت کی روشنی میں ٹھوس یہودی ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں معاف فرمائے۔

قارئین کرام! آپ نے غیر مقلدین کے دین کے مجدد صاحب اور ان کے اسلام کے شیخ الاسلام صاحب اور ان کے شیخ العرب والعجم صاحب کی تحاریف پڑھ لی ہیں جو کہ انہی غیر مقلدین حضرات کے اصول کی روشنی میں یہودی ہوئے ہیں۔

(جاری)

مفتی رب نواز صاحب، احمد پور شرقیہ (قسط:٦)

غیر مقلدین کا قیاسی دین

قربانی، عقیقہ اور زکوۃ کے مسائل

بھینس کی قربانی کو گائے پر قیاس

بہت سے غیر مقلدین بھینس کی قربانی کو جائز کہتے ہیں، ثبوت کے لئے میرا مضمون ”بھینس کی قربانی، غیر مقلدین کی زبانی“ شائع شدہ مجلہ صفدر گجرات شمارہ ۹ ملاحظہ فرمائیں۔ بھینس کی قربانی کے جواز پر غیر مقلدین کی مستقل کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ اُن میں سے مفصل اور جامع کتاب مولانا نعیم الحق ملتانی کی ”بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ“ ہے۔

اس کے ساتھ یہ بھی جانیں کہ غیر مقلد مصنفین نے بھینس کی قربانی کے جواز کو قیاسی مسئلہ باور کرایا ہے یعنی ان کے بقول اس کا جواز گائے پر قیاس ہے، جیسے گائے کی قربانی بالاتفاق جائز ہے تو اس پر قیاس کرکے بھینس کی بھی جائز ہونی چاہیے۔

چنانچہ بشیر احمد حسیم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بحالتِ مجبوری جس علاقہ میں گائے دستیاب نہ ہو، گائے پر قیاس کرتے ہوئے بھینس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔“

(عیدین اور قربانی کے مسائل صفحہ ۲۵)

مولانا عبد المنان نور پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقر اس کو بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر (گائے، ناقل) پر قیاس کرتے ہیں۔“

(احکام و مسائل: ۱/ ۴۳۴)

مولانا نظر احمد سہسوانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حجاز میں بھینس کا وجود ہی نہ تھا پس اس کی قربانی نہ سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی ہے، نہ تعاملِ صحابہ سے۔ ہاں اگر اس جنس کو بقر سے مانا جائے جیساکہ حنفیہ کا قیاس ہے۔(کمافی الھدایۃ) یا عموم بھیمۃ الانعام پر نظر ڈالی جائے تو حکم جواز قربانی کے لئے یہ علت کافی ہے۔“

(فتاویٰ ثنائیہ:۲/ ۸۱۰)

بعضے غیر مقلدین بھینس کی قربانی کو قیاسی کہہ کر اس کارد بھی کیا کرتے ہیں۔

مولانا محمد اسحاق غیر مقلد لکھتے ہیں:

”بعض فقہاء نے بھینس کو گائے کی جنس قرار دیتے ہوئے بھینس اور بھیسے کی قربانی جائز قرار دی ہے۔ مگر یہ قیاس ہی ہے۔ قرونِ اولیٰ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔“

(الاعتصام لاہور ۸/ مارچ ۱۹۶۸ صفحہ ۷)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جو اَہلِ علم بھینس کی قربانی کے قائل وفاعل ہیں وہ صرف یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بھینس کو گائے کی جنس کہتے ہیں یا گائے پر اسے قیاس کرتے ہیں۔ حالاں کہ بھینس ایک الگ جنس ہے، ان کے دودھ اور گوشت کی تاثیر بھی الگ الگ ہے پھر قیاس کے لیے کوئی علت مشترک ہونی چاہیے ان میں نہیں پائی جاتی۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۳/ ۴۰۴)

حماد صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”پھر قیاس کے لیے کوئی علت مشترک ہونی چاہیے جو اِن میں نہیں پائی جاتی۔“

(فتاویٰ اصحاب الحدیث:۴/ ۳۵۹)

فوت شدہ کی طرف سے قربانی کا جواز حج پر قیاس

مولانا بشیر احمد حسیم غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حج پر قیاس کرتے ہوئے اپنے فوت شدہ رشتہ دار کی طرف سے قربانی کرنا، جائز ہے۔“

(عیدین اور قربانی کے مسائل صفحہ ۴۳)

ان کی مراد یہ ہے کہ جیسے فوت شدہ کی طرف سے حج کرنا درست ہے، ایسے ہی اس کی طرف سے قربانی کرنا بھی درست ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر مہتمم و مدرس کو قیاس، قربانی کی کھال کا مسئلہ

ایک غیر مقلد نے فتویٰ دیا:

”حضرت علیؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر (کھالیں) تقسیم کرنے کے لئے اپنا وکیل مقرر کر دیا تھا، بعینہ اس طرح کسی ادارہ خاص کے ناظم اور مہتمم کو بھی وکیل بنا دیا جاتا ہے ، نہ یہ کہ اس کی ذات کے لئے کھال دی جاتی ہے۔“

فتاویٰ علمائے حدیث میں اس فتویٰ کو نہ صرف قیاسی کہا گیا، بلکہ اسے غلط اور بے جا قیاس کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ پڑھئے! لکھا ہے:

”جواباً عرض ہے کہ مولانا نے جو حضرت علیؓ پر مہتمم و مدرس و ناظم کو قیاس کر کے وکیل بنایا ہے، یہ آپ کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۱۳/ ۱۶۲)

بڑے جانور میں عقیقہ کے جواز کو قربانی پہ قیاس

بہت سے غیر مقلد علماء، بڑے جانور میں عقیقہ کو جائز مانتے ہیں، ثبوت کے لئے ”فتاویٰ علمائے حدیث جلد ۱۳ صفحہ ۱۹۶ تا ۱۹۸“ کا مطالعہ فرمائیں۔

غیر مقلدین نے یہ بھی تاثر دیا ہے کہ بڑے جانور میں عقیقہ کا مسئلہ قیاسی ہے جیسا کہ درج ذیل حوالوں سے ثابت ہے۔

مولانا عبید اللہ رحمانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جو لوگ سات مل کر (عقیقہ) کرتے ہیں وہ قربانی پر قیاس کرتے ہیں۔“

(فتاویٰ علمائے حدیث:۱۳/۴۴)

ایک صاحب نے سوال کیا:

"کیا دو لڑکے اور تین لڑکیوں کے عقیقے میں ایک گائے جائز ہے کہ نہیں؟"

مولانا ابو البرکات احمد غیر مقلد نے مذکورہ سوال کا یہ جواب دیا:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے یہ ثابت نہیں ہے۔ بعض علماء قیاس اُضحیہ پر کر کے اس طرح جائز سمجھتے ہیں۔ الراقم ابو البرکات احمد، تصدیق: حضرت العلام حافظ محمد گوندلویؒ۔"

(فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۲۴۹، ۲۵۰)

اس عبارت میں مذکورہ بالا قیاسی مسئلہ کو بعض علماء کی طرف منسوب کیا ہے قارئین کو ہم آگاہ کرتے چلیں کہ اس فتویٰ کی تصدیق کرنے والے بزرگ مولانا حافظ محمد گوندلوی نے بھی یہی قیاسی مسئلہ اختیار کیا بلکہ دوسروں کے عمل کے لیے اسے لکھ بھی دیا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے فتاویٰ میں لکھا ہے:

"گائے یا اونٹ میں عقیقہ کا ذکر صحیح حدیث میں نہیں آیا، صرف قیاس ہے اور قیاس صحیح ہے، کیوں کہ اونٹ گائے کا ہر حصہ ایک بکری کی طرح ہے۔ حافظ محمد گوندلوی گوجرانوالہ۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث:۱۳/۱۹۶)

عقیقہ کی شرائط کو قربانی کی شرائط پہ قیاس

بہت سے غیر مقلد علماء کا فتویٰ ہے کہ "عقیقہ کے جانور میں قربانی کے جانور والی شرائط ہونی چاہئیں۔

مولانا علی محمد سعیدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"جو شرائط جانور قربانی کے ہیں وہ ہی شرائط جانور عقیقہ میں ہونے افضل ہیں کیوں کہ عقیقہ کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْسُكَ فَلْیَنْسُكْ۔ اور علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے عقیقہ پر ایک رسالہ لکھا۔ اس کا نام رکھا

ہے نسیکہ۔ جب حدیث اور علماء کرام کی اصطلاح میں عقیقہ کو نسیکہ یعنی قربانی فرمایا ہے تو عقیقہ میں قربانی کے شرائط ہونے ضروری ہیں۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث/۲۹۹)

یہاں یوں بھی غور فرمالیں کہ سعیدی صاحب اس عبارت کے شروع میں کہتے ہیں کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی والی شرائط ہونا افضل ہیں اور آخر میں لکھا کہ یہ شرائط ضروری ہیں۔

مولانا ابو البرکات احمد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"افضل و بہتر یہی ہے کہ شرائط پائی جائیں۔"

(فتاویٰ برکاتیہ صفحہ ۲۵۱)

سبل السلام کے مصنف علامہ یمانی کے بقول عقیقہ میں قربانی کے جانوروں کی شرائط قیاس سے ثابت ہیں، حدیث صحیح سے نہیں، حکیم محمد یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"صاحب سبل السلام نے کہا ہے کہ شرائط اس کے صحیح حدیث (سے) ثابت نہیں، بالقیاس ہیں۔"

(فتاویٰ علمائے حدیث:۱۳/ ۲۱۲)

صحیفہ اہلِ حدیث میں لکھا ہے:

"عقیقہ کے لیے وہ شرطیں نہیں ہیں جو قربانی کے لیے ہیں اور شرط لگانے والے کے پاس قیاس ہی قیاس ہے کوئی شرعی دلیل نہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ربیع الاول ۱۳۵۸ھ صفحہ ۲۱)

صحیفہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک قیاس شرعی دلیل نہیں ہے۔

حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بعض علماء عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرتے ہیں ان کے نزدیک سات حصے ہوں گے۔ چنانچہ نیل الاوطار میں کہا ہے کہ اونٹ کی قربانی میں دس حصے ہوسکتے ہیں اور جو عقیقہ کو قربانی پر

قیاس کرتا ہے وہ شاید عقیقہ میں اونٹ کے دس حصے کا بھی قائل ہو۔ غرض اس قسم کے خیالات ہیں اس لئے پورا اطمینان نہیں کیوں کہ شارع کا مقصد دو جانیں ہوں۔"

(فتاوی اہلِ حدیث: ۲/ ۵۴۵، ادارہ احیاء السنۃ ڈی بلاک سرگودھا)

مولانا عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کسی بھی صحیح حدیث سے عقیقہ کے جانور میں قربانی کی شرائط عائد کرنا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ان شرائط کا ثبوت نہیں ملتا جو حضرات شرائط لگاتے ہیں ان کے پاس قیاس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

(تحفۃ الاحوذی: ۵/ ۹۹ بحوالہ فتاوی اصحاب الحدیث: ۲/ ۳۹۵)

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"کسی بھی صحیح حدیث سے عقیقہ کے جانور پر قربانی کی شرائط عائد کرنا ثابت نہیں ہوتا اور جو لوگ یہ شرائط عائد کرتے ہیں ان کے پاس قیاس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں ہے، تاہم عقیقہ کے جانور میں متقارب اور مساوی کی قید اس بات کی متقاضی ہے کہ شریعت نے قربانی کے جانور میں جن عیوب و نقائص سے بچنے کا حکم دیا ہے انہیں عقیقہ کے جانور میں بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ چنانچہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عقیقہ کے جانور میں بھی ان عیوب سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے قربانی کے جانور میں احتراز کیا جاتا ہے۔ [مغنی ابن قدامہ، ص: ۳۹۹، ج ۱۳] بہر حال یہ بات اپنی جگہ پر مبنی بر حقیقت ہے کہ عقیقہ کے جانور کا دو دانتہ ہونا ضروری نہیں ہے لیکن موٹا تازہ ہونا چاہیے، جسے بکرا یا مینڈھا کہا جاسکے۔"

(فتاویٰ اصحاب الحدیث: ۲/ ۳۸۳)

بغیر دانت والے کو دو دانت والے بکرے پہ قیاس

کسی نے سوال کیا:

"ہمارے ہاں ایک بکرا ہے جس کے پیدائشی طور پر دانت نہیں ہیں تو اس کے متعلق دو دانتہ ہونے کا کیسے پتہ چلایا جائے؟"

حافظ عبد الستار حماد غیر مقلد نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

> ”صورت مسؤلہ بہت ہی شاذ و نادر ہے ہمارے رجحان کے مطابق اس کے لیے دو طریقے ہو سکتے ہیں (۱) اس سے ملتے جلتے بکرے جب دو دا سیہ ہو جائیں تو بغیر دانت والا بکرا ان پر قیاس کرتے ہوئے قربانی کے طور پر ذبح کیا جا سکتا ہے۔ (۲) اگر اس کا اندازہ نہ ہو سکے تو وہ ایک سال مکمل ہونے کے بعد جب دوسرے سال میں ہو جائے تو اس کی قربانی ان شاء اللہ جائز ہو گی واللہ اعلم۔“

(فتاوی اصحاب الحدیث: ۳/۴۰۵)

(جاری)

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ

کیا جاوید غامدی منکر حدیث نہیں ہے؟ ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ

غامدی صاحب کے متعلق عام شخص ہمیشہ اس حوالے سے تذبذب کا شکار رہتا ہے کہ آیا غامدی صاحب منکر حدیث ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو علماء کرام انہیں منکر حدیث کیوں کہتے ہیں؟ اور اگر منکر حدیث ہیں تو پھر وہ احادیث کو اپنی تقاریر و تحاریر میں بطور استدلال پیش کیوں کرتے ہیں؟ اور پھر جناب ہمیشہ یہ بھی کہتے ہیں کہ دین کا تنہاء ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہے! پھر وہ منکر حدیث کیسے ہوئے؟

آیئے ہم اس حوالے سے انکا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ غامدی صاحب کس قسم کے منکر حدیث ہیں! کیونکہ عمومی طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید منکر حدیث وہی ہوتا ہے جو مطلقاً حدیث کا انکار کرتا ہے اور اسے کسی صورت بھی قبول نہیں کرتا۔

لیکن اب جدید دور کے ساتھ ساتھ فتنے بھی جدید ہو چکے ہیں اور انکار حدیث کا فتنہ بھی نیا روپ اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا آج کے دور میں آپکو منکرین حدیث دو قسم کے ملیں گے۔

ایک وہ جو مطلقاً حدیث کا انکار کرتے ہوں اور کسی بھی صورت میں حدیث کو نہ مانتے ہوں اور دوسرے وہ جو حدیث کو ویسے تو اپنے مقصد کے لیے تسلیم کرتے ہوں لیکن حدیث کو دین کا ماخذ ہونے اور اس کی شرعی حجت ہونے کا انکار کرتے ہوں۔ اور غامدی صاحب بھی اسی دوسری قسم کے منکرین حدیث میں شامل ہیں جو نہ اسے دین کا ماخذ مانتے ہیں بلکہ صحیح حدیث ملنے کے باوجود اس پر بہانے تراشتے ہوئے اپنے خود ساختہ منگھڑت اصولوں کی روشنی میں اسے رد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح غامدی صاحب نے اپنی کتاب میں جتنی بھی احادیث پیش کی ہیں ان سب کو انہوں نے دین میں حجت سمجھتے ہوئے پیش نہیں کیا بلکہ صرف اپنی تائید میں پیش کیا ہے تاکہ وہ اپنے مؤقف میں جان پیدا کر سکیں۔ اس کے علاوہ موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ احادیث کی حیثیت صرف تاریخی ریکارڈ جتنی ہے بس۔

پھر ایک دھوکہ یہ دیا جاتا ہے کہ تحقیق کی بنیاد پر حدیث کو رد و قبول کرنے کا عمل تو محدثین کے ہاں بھی ہوا ہے تو پھر آئمہ محدثین منکر حدیث کیوں نہ ہوئے؟

تواس شبہ کا جواب یہ ہے کہ آئمہ محدثین میں آج تک کسی نے بھی حدیث کی حجیت کا انکار نہیں کیا بلکہ اسے دین میں حجت مانتے ہوئے دین کا ماخذ قرار دیا ہے جبکہ غامدی صاحب نے تو واضح اور دوٹوک انداز میں حدیث کو دین کے ماخذ ماننے سے انکار کیا ہے۔ یہ فرق ہے آئمہ محدثین اور غامدی صاحب میں جس کی وجہ سے محدثین کو منکر حدیث نہیں کہا جاتا۔

اسی طرح جب غامدی صاحب سے ایک شخص نے سوال پوچھا کہ....

"کیا آپ منکر حدیث ہیں؟ کیونکہ آپ کے بارے میں ایسا کہا جاتا ہے کہ آپ احادیث کو نہیں مانتے۔"

غامدی صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا.......

"کہ میں نے اپنی کتاب میزان میں 1200 سے زیادہ روایات لکھی ہیں۔ اگر میں منکر حدیث ہوتا تو انہیں کیوں لکھتا؟ (مزید غامدی صاحب کہتے ہیں) اور اگر کسی حدیث کو اپنی کتاب میں نہ لکھنے سے میں منکر حدیث کہلاتا ہوں تو پھر یہ فتوی آپ سب سے پہلے امام بخاری پر لگائیں جنھوں نے لاکھوں احادیث میں سے صرف 8 ہزار کے قریب احادیث کو اپنی صحیح بخاری میں لیا۔"

غامدی صاحب نے جوبات کی کیا واقعی میں اسے انکار حدیث کہا جاتا ہے؟

اس حوالے اب آپ چند اہم گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے ہاں عوام الناس میں زیادہ تر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صحیح احادیث کی تعداد لاکھوں میں ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحیح احادیث کی کل تعداد ایک موٹے اندازے کے مطابق قریباً پانچ ہزار (5000) ہے، اور بعض محققین کے مطابق جو کہ راجع بھی ہے صحیح احادیث صرف چار ہزار چار سو (4400) ہے اس کے علاوہ باقی سب مکررات ہیں۔

اب مکررات کسے کہتے ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔

متقدمین کی اکثریت آثارِ صحابہ، تابعین اور اتباعِ تابعین اور ان کے فتاویٰ پر لفظِ حدیث بولتی ہے، اور جو حدیث دو سندوں سے مروی ہو اس کو دو حدیثیں شمار کرتی ہے۔ نیز جو احادیث مختلف طرق سے منقول ہیں تو اس کی ہر ایک سند پر بھی محدثین حدیث کا اطلاق کرتے ہیں، مثال کے طور پر..... ایک حدیث "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" یہ سات سو طرق سے منقول ہے، تو محدثین کی اصطلاح میں اس کو سات سو احادیث شمار کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ امام بخاری

فرماتے ہیں کہ "الجامع الصحیح" کی موجودہ احادیث چھ لاکھ حدیثوں کا انتخاب ہے یا امام مسلم فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم کی حدیثوں کو میں نے تین لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا ہے، امام ابوداود فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ لاکھ حدیثیں لکھی ہیں ان کا انتخاب سنن ابوداود میں ہے، امام احمد فرماتے ہیں کہ سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں کا انتخاب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ارشاداتِ نبوت کی یہ تعداد ہے، بلکہ یہ ارشادات جن طرق اور اسانید سے آئے ہیں ان کی تعداد ظاہر کرنی مقصود ہے، اور تاریخِ حدیث میں یہ کوئی مبالغہ نہیں ہے، بلکہ جہاں تک طرق واسانید کا معاملہ ہے وہ اس سے بھی کہیں زائد ہیں، یہ تو صرف وہ ہیں جو ان بزرگوں نے اپنی عرق ریزیوں اور دست پیمائیوں کے بعد فراہم کیے ہیں، ان کے علاوہ اگر دوسرے محدّثین کی محنتوں اور یادداشتوں کو یک جا کیا جائے تو یہ سلسلہ بے حد وبے حساب ہے، کیوں کہ تابعین کے زمانے میں اگر طرق واسانید کی تعداد صرف چالیس ہزار تھی تو اتباعِ تابعین کے دور میں یہی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی، کیوں کہ ایک شیخ نے کسی حدیث کو دس شاگردوں سے بیان کیا اب وہ محدثین کی اصطلاح میں دس اسانید اور طرق ہو گئے۔

نمبر2: اب غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ اگر

> "کتاب میں کسی حدیث کو نہ لکھنے سے میں منکر حدیث ہوتا ہوں تو پھر امام بخاری پر بھی یہ فتوی لگائیں جنھوں نے لاکھوں احادیث میں سے صرف 8 ہزار احادیث کو اپنی صحیح بخاری میں لیا۔"

ہم پوچھتے ہیں کہ غامدی صاحب آپ کو یہ کس نے کہ دیا کہ اپنی کتاب میں حدیث درج نہ کرنے سے انسان منکر حدیث بن جاتا ہے؟ امام بخاری رحمہ اللہ نے تو مکررات کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث کو اپنی صحیح میں شامل کیا۔۔۔ لیکن اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ایسی ہیں کہ جن کو امام صاحب نے نہیں لیا..... مثال کے طور پر

> "پوری بخاری شریف میں بیٹھ کر پیشاب کرنے پر ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی حدیث ضرور موجود ہے تو کیا اب اسکا مطلب یہ ہوا کہ امام صاحب کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہونگے اور بیٹھ کر پیشاب کرنے والی حدیث کے منکر ہونگے؟"

ممکن ہے کہ امام صاحب تک وہ حدیث پہنچی ہی نہ ہو یا پھر وہ حدیث امام صاحب کی کڑی شرائط پر پوری نہ اتری ہو جس وجہ سے انہوں نے اسے اپنی صحیح میں شامل نہیں کیا۔ لہٰذا ہم کسی کو اس بنیاد پر منکر حدیث نہیں کہتے کہ اس

نے اپنی کتاب میں فلاں حدیث کو درج نہیں کی یا فلاں حدیث کو چھوڑ کر کسی اور حدیث سے استدلال کرنے پر کوئی منکر حدیث نہیں کہلاتا ہے۔

پھر غامدی صاحب حدیث کو نہ ماننے کے لیے بھی حیلے بہانے بناتے ہیں۔ کبھی حدیث کو ماننے کے لیے کہتے ہیں کہ یہ حدیث "احادیث کی امہات کتب مؤطا، بخاری اور مسلم" میں نہیں پائی جاتی اس لیے یہ کمزور روایت ہے۔ اگر کوئی حدیث "احادیث کی امہات کتب" میں سے مسلم میں مل جائے تو کہتے ہیں کہ یہ بخاری میں نہیں ہے اور اگر وہ حدیث بخاری شریف میں بھی مل جائے تو جناب کہتے ہیں کہ یہ مؤطا امام مالک میں نہیں پائی جاتی اس لیے اس کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا اس کے علاوہ جناب نے اگر حدیث کو نہ ماننا ہو تو کبھی اجماع اور تواتر وغیرہ کی شرائط لگا دیتے ہیں یا پھر اسے خود ساختہ اصول و شرح کی بنیاد پر رد کر دیتے ہیں۔

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ غامدی صاحب کا احادیث سے انکار کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

غامدی صاحب ویسے تو کھل کر احادیث کا انکار نہیں کرتے البتہ حیلے بہانے بنا کر انکار کرتے ہیں۔ جبکہ خود اپنے باطل عقائد و نظریات کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف حدیث کو بھی لے لیتے ہیں چاہے وہ دنیا کی کسی بھی کتاب میں لکھی ہوئی ہو۔

نوٹ: یہاں پر آپ حضرات کے ذہن میں ایک اشکال یہ بھی آسکتا ہے کہ اہلسنت حضرات بھی تو اپنے عقائد کو ثابت کرنے کے لیے کئی احادیث کا انکار کرتے ہیں تو کیا وہ بھی منکر حدیث کہلائیں گے؟ مثال کے طور پر......رفع یدین کے حوالے سے بہت ساری صحیح احادیث موجود ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ (دیوبندی اور بریلوی) حضرات ان احادیث پر عمل نہیں کرتے؟

تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ......دیوبندی یا بریلوی حضرات بیشک رفع یدین کی احادیث پر عمل نہیں کرتے لیکن وہ ہرگز ان احادیث کو غلط نہیں کہتے یا انکا انکار نہیں کرتے کہ یہ کام کبھی ہوا ہی نہیں۔ رہی بات عمل نہ کرنے کی تو اس کے لیے بھی وہ حضرات دوسری احادیث سے ہی استدلال کرتے ہیں جن سے انکے نزدیک ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دیوبندی ہوں یا بریلوی کسی نے بھی آج تک حدیث کا دین کے ماخذ ہونے کا انکار نہیں کیا جیسا کہ غامدی صاحب کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی حدیث پر محض اس لیے عمل نہیں کرتا کہ اس کے

پاس اس کے علاوہ دوسری حدیث موجود ہے جس پر وہ عمل کر رہا ہے تو اسے منکر حدیث نہیں کہا جائے گا کیونکہ وہ اسی دائرہ میں موجود رہ کر کام کر رہا ہے۔

جبکہ غامدی صاحب اپنے باطل عقائد و نظریات کے لیے حدیث کے مقابلے میں حدیث کو نہیں پیش کرتے بلکہ کسی نہ کسی طریقہ سے حدیث کا ہی انکار کر دیتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

اب ہم دوسری غلط فہمی پر بات کرتے ہیں کہ جب بھی دینی ماخذ کے متعلق سوال ہوتا ہے تو غامدی صاحب ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ

"دین کا تنہاء ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہے۔"

یہ جملہ سنتے ہی لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب غامدی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات اقدس کو دین کا ماخذ مانتے ہیں تو پھر وہ منکر حدیث کیسے بن گئے؟

اس شبہ کے پیدا ہونے کی وجہ یہ بنتی ہے کہ ہماری دینی روایت سے جڑی عوام الناس شروع سے یہ مانتی آرہی ہے کہ احادیث مبارکہ کا تعلق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ سے منسلک ہے جبکہ غامدی صاحب حدیث رسول کو محض راوی کا قول اور ایک ظنی علم قرار دیتے ہوئے حدیث کا تعلق رسول اللہ کی ذات سے کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں جو کچھ بھی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا وہ سب کچھ ضائع ہو گیا۔ یہ ایک نہایت ہی باریک نقطہ ہے جسے ہر عام و خاص شخص سمجھ نہیں پاتا اور اس طرح وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے کہ غامدی صاحب منکر حدیث نہیں ہیں کیونکہ انکے نزدیک تو دین کا تنہاء ماخذ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہے۔ بات صرف یہاں پر ہی ختم نہیں ہوتی۔ غامدی صاحب ویسے تو یہ کہ دیتے ہیں کہ دین کا تنہاء ماخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات ہے لیکن جناب کا عمل اس کے بالکل بر عکس ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک دین دو چیزوں کا مجموعہ ہے ایک قرآن کی واضح تعلیمات جن کے اندر حلال و حرام میں سب سے بڑا عامل فطرت ہے اور دوسری چیز سنت ہے۔ بظاہر سنت کے لفظ سے آپ کو لگے گا کہ شاید ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل سنت کہلاتا ہے۔ تو ایسا ہر گز نہیں۔ سنت سے ان کی مراد سنت بنی اسرائیل ہے، جن کی بناء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اور پھر بنی اسرائیل نے

ان کو تواتر سے اختیار کیا اور ہوتے ہوتے وہ عربوں کے اندر آئیں، عربوں سے حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجدید کی اور اب امت میں وہ سنتیں رائج ہیں۔ غامدی صاحب کے نزدیک یہ سنتیں دین کے بالکل قطعی اوامر کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ بعد میں قطعی طور پر ثابت ان چیزوں میں سے کئی ایک ان کے نزدیک نظری بن گئیں اور غامدی صاحب نے لگ بھگ پچاس پچپن سنتوں سے چھبیس عدد سنتوں کی طرف ارتقاء کیا۔ پہلی بار تاریخ میں یہ ہوا کہ قطعی شے نظری بن گئی، حلانکہ اشیاء ہمیشہ نظری سے قطعی ہونے کا سفر طے کرتی ہیں۔ اب یہ دیکھیں کہ یہاں پر حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا کام یہ بتا دیا کہ تجدید انہوں نے کی ہے، لیکن یہ سنتیں چلی کہاں سے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے! گویا حضور علیہ السلام سے یہ چیزیں ہو کر گذری ہیں اور بس۔ آپ ان سے پوچھیں کہ پھر حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم بطور نئی شریعت کے کیا لائے؟ تو جواب ندارد!

پھر غامدی صاحب کے نزدیک دین کا دوسرا اہم ترین ذریعہ قرآن ہے۔ قرآن میں حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری قرآن کے اعتبار سے کیا بتائی ہے؟ لتبین للناس کہ آپ لوگوں کو قرآن بیان کریں گے۔ یعنی قرآن کی فہم میں سب سے اہم چیز حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ جس کا ایک وسیع ذخیرہ تفسیر سے متعلقہ احادیث کی صورت میں موجود ہے۔ لیکن غامدی صاحب کے نزدیک احادیث کی تفسیر کے لئے سرے سے اہمیت ہی نہیں۔ قرآن شناسی میں ان کے نزدیک ان کی عربیت اور دوسری ہوائی چیزوں کا تو اعتبار ہے، یہاں تک کہ مشرک اور کافر شعراء کے اشعار کا تو اعتبار ہے، لیکن نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و تفسیر کا نہیں ہے۔

دین کا تیسرا اہم ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے اور غامدی صاحب کے نزدیک ان سب کی حیثیت محض اخلاقی درجہ کی ہے۔ اب آپ ہی بتایئے کہ جب نہ تو حضور کی احادیث حجت رہیں، نہ حضور کا قرآن کا مبین ہونا رہا، نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ رول ماڈل رہی، تو باقی پیچھے آپ کی کیا حیثیت اور ذمہ داری رہی؟

دین غامدی کا جائزہ لیں تو حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی ذمہ داری رہتی ہے کہ وہ کفار پر اتمام حجت کرنے آئے تھے اور دین ابراہیمی کی جو روایت چلی ہوئی تھی اس روایت کو مسلمانوں تک پہنچانے کا بس ایک

واسطہ بنے تھے۔

نیز صحابہ کرام کا کیا درجہ ہے ان کے نزدیک دین میں؟ تو وہ حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے اتمام حجت کی دلیل تھے۔باقی کیا دین میں ان کی بات کوئی درجہ رکھتی ہے؟ تو نہیں جناب! ایسی کوئی بات نہیں۔ھم رجال و نحن رجال والا معاملہ ہے۔

غامدی صاحب کے ہاں جب فہم قرآن میں خود صاحب قرآن کا قول معتبر نہیں اور نا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو قرآنی حکم کی تحدید و تخصیص کا کوئی حق حاصل ہے (جیسا کہ غامدی صاحب نے اپنی کتاب میزان کے صفحہ 25 پر لکھا ہے) تو پھر حضرات صحابہ کرام تو بہر حال ان سے کم تر ہی ہیں۔

یہ ہیں وہ سب وجوہات جن کی بنا پر غامدی صاحب کو منکر حدیث کے طور پر گردانا جاتا ہے۔

مولانا سید محمد ذاکر علی شاہ حنفی کراچی

بریلوی عقائد باہم دست و گریبان

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد أعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ۔۔۔ ان اللّٰہ علی کل شئ قدیر

وقال اللّٰہ تعالیٰ۔۔۔ قُلۡ لَّا یَعۡلَمُ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ الۡغَیۡبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ اَیَّانَ یُبۡعَثُوۡنَ

وقال اللّٰہ تعالیٰ۔۔۔ قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَ لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ وَ لَاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ اِنِّیۡ مَلَکٌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَکَّرُوۡنَ

وقال اللّٰہ تعالیٰ۔۔۔ قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ نَفۡعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ کُنۡتُ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ لَاسۡتَکۡثَرۡتُ مِنَ الۡخَیۡرِ ۚۖۛ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوۡٓءُ ۚۛ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ وَّ بَشِیۡرٌ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ

بریلوی حضرات کے کچھ عقائد دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیسا مذہب ہے کہ ان کے عقائد میں اس قدر شدید تضادات ہیں کہ ایک عقیدہ رکھنے کی صورت میں دوسرا عقیدہ باطل کفریہ گستاخانہ بننے سے نہیں بچ سکتا۔

اوپر جو پہلے نمبر پر اللہ تعالیٰ کا فرمان قرآن مجید کی آیت ہم نے پیش کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے...

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ہر شے سے مراد کیا لے سکتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ قادر ہے؟ تو ظاہر ہے شئ سے مراد اس کی قدرت اس کی مخلوقات پر ہی مراد ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر قدرت اور تغیر و تبدل تو اس سے مراد لی نہیں جا سکتی۔ اور میری معلومات کے مطابق بریلوی بھی ذات وصفات پر قدرت مراد نہیں لیتے۔

(نوٹ اگر کوئی بریلوی کہتا ہے کہ ہاں بریلوی ذات وصفات پر بھی قدرت مانتے ہیں تو حوالہ پیش کر دے ہم تسلیم کر لیں گے)

جب اتفاق ہو گیا کہ اس آیت میں ذات وصفات کے علاوہ کو ہی تحت قدرت مانا جا سکتا ہے؟..... اور ذات وصفات کے علاوہ جو کچھ ہے سب مخلوقات ہی ہیں...... تو واضح ہوا کہ اس خبر میں یہ عقیدہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

اپنی مخلوق پر ہر طرح سے قادر ہے اور اپنی ذات وصفات پر قدرت کے ہونے کی خبر نہیں دی لہٰذا مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں تغیر و تبدیلی نہیں کر سکتا اور اسی طرح اپنی جیسی یا اس سے بڑھ کر ذات وصفات کسی کی نہیں بنا سکتا۔ اور مخلوقات کے معاملے میں ہر طرح سے قادر ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ مگر یہاں بریلوی ہم سے اختلاف رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ رب العالمین خبر دینے سے پہلے تو قادر تھا....... لیکن جب کسی بات کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر دے دی.... تو اب اس کی قدرت ختم ہو جاتی ہے کہ وہ خود بھی اس کے خلاف کرنا چاہے تو.... اب وہ نہیں کر سکتا بلکہ اپنی دی ہوئی خبر کے مطابق کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ خبر کے خلاف کر سکنے کی قدرت ماننے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا ممکن بن جاتا ہے اور پھر شریعت پر یقین ختم ہو جاتا ہے کہ کیا معلوم جو خبر دی ہیں ویسا نہ کرے اور خبر جھوٹی ہو، مثلاً احمد رضا بریلوی کے بیٹے مصطفی رضا بریلوی نے اپنے والد سے ملفوظات میں نقل کیا ہے... احمد رضا بریلوی عموم قدرت باری تعالیٰ ماننے والوں کا نظریہ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے

> اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہو گی یا نہ ہو گی.. اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں... اور محال بالذات ہو نہیں سکتا... کہ نفس ذات میں امکان ہے تو محال بالغیر ہو گا.. اب وہ غیر کیا ہے جس کے سبب یہ محال ہے؟ وہ کذب الٰہی ہے...

اور پھر آگے احمد رضا بریلوی نے یہ کہا ہے کہ

> محال بالغیر کہنا غلط ہے محال بالغیر نہیں بلکہ محال بالذات ہے.. اور محال بالذات کی وضاحت اسی ملفوظات میں احمد رضا بریلوی نے خود کی ہے کہ محال بالذات کا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہی نہیں ہے۔

(ملاحظہ ہو، ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ چہارم صفحہ 453 مطبوعہ دعوت اسلامی)

احمد رضا خان بریلوی نے جو یہ دوسروں کا نظریہ بتایا ہے کہ محال بالغیر میں وہ غیر جس کے سبب محال ہے وہ کذب الٰہی ہے..... یہ بات اپنے پاس سے گھڑ کر منسوب کی ہے..... کیوں کہ عموم قدرت ماننے والے کذب کو اللہ تعالیٰ کی نہ ذات مانتے ہیں نہ صفت... اور بریلوی تو خود دعویٰ کرتے ہیں کہ جھوٹ پر دیوبندی اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہیں...... جس کا نام ہی بریلوی نے امکان کذب رکھ کر دیوبندی عقیدہ قرار دیتے ہیں تو بیوقوفی ہی ہو گی کہ یہ دعوی

کر سکیں کہ محال بالغیر میں وہ غیر جس کے سبب محال ہے وہ کذب ہے۔ اگر کذب ہی وہ رکاوٹ مان لی جائے جس کے سبب محال ہے.... تو پھر کذب پر قدرت ماننا کیسے بن سکتا ہے؟ بدیہی بات ہے کہ کذب پر قدرت ماننے والے کو ہی امکان کذب کا قائل کہا جاسکتا ہے۔ محال بالغیر میں ممکن ہونے میں رکاوٹ ہی کذب کو قرار دینے کی صورت میں تو محال بالذات ماننا بن جاتا ہے۔

یہ ہے بریلوی مجدد کے علم کا شاہکار لطیفہ کہ امکان کذب کا قائل ممکن میں رکاوٹ بھی کذب کو مان کر محال بالغیر مان سکتا ہے... مگر کیسے.... کوئی بریلوی بتاسکے تو بتادے؟ احمد رضاخان بریلوی کو یہ کہنا چاہئے تھا کہ محال بالغیر میں وہ غیر جس کے سبب محال ہے وہ صدق الٰہی ہے...... جو عموم قدرت ماننے والے کہتے ہیں۔ پھر بات درست ہو جاتی کیونکہ صدق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے...... اور ذات وصفات میں تبدیلی پر قدرت نہیں مانتے ان کے علاوہ پر ہی مانتے ہیں؟.... تو وہ غیر جس کے سبب محال ہے وہ ہمارے عقیدے کے مطابق صدق الٰہی ہے نہ کہ کذب الٰہی۔ لہٰذا احمد رضا بریلوی نے جھوٹ بولا ہے کہ محال بالغیر میں غیر جس کی وجہ سے محال ہے وہ کذب الٰہی ہے..... کیونکہ یہ عموم قدرت ماننے والوں کا نہیں بلکہ رضاخانیوں کا عقیدہ ہے.... رضاخانی ہی کہتے ہیں کہ خبر دینے کے بعد اس کے خلاف پر قدرت محال بالذات ہے کیوں کہ کذب پر قدرت نہیں مانی جاسکتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ احمد رضا بریلوی نے جو ہماری طرف منسوب کر کے عقیدہ بتایا ہے... اور امکان کذب کا نام دیا ہے وہ اس کی فضول بک ہی ہے .... ہمارا عقیدہ اپنے الفاظ میں بتاتے ہوئے بھی فضول بک گیا جیسا کہ اس نے خود بتایا کہ اسے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فضول بک کا خطاب ملا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ زمین و آسمان والوں میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ بریلوی کہتے ہیں کہ سارے انبیاء اولیاء دجال شیطان کا فر گدھا جانور سب علم غیب جانتے ہیں۔ جیسا کہ اسی ملفوظ میں جگہ جگہ انبیاء اولیاء کرشن کہنیا کا فر گدھے وغیرہ کے علم غیب کا قائل ہونا احمد رضا بریلوی سے ثابت ہوتا ہے اور احمد یار گجراتی نے اپنی تفسیر اور کتب میں شیطان اور دجال کیلئے بھی علم غیب کا دعوی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ شیطان نے آئندہ سے متعلق غیب کی خبریں بھی اسے دی ہیں۔ (ملاحظہ ہو، کنز الایمان، حاشیہ نور العرفان سورۃ النساء صفحہ 153 و ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ چہارم)

بریلوی عقیدہ کیا تھا.....؟

یہی تھا کہ خبر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ خود بھی چاہے تو اس کے خلاف کر سکنے پر قادر نہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ جب رب کو قدرت ہی نہیں کہ اپنی دی ہوئی خبر کے خلاف کر سکے اور خبر دی ہے زمین و آسمان والوں میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب کا علم نہیں جانتا۔(الدولۃ المکیۃ صفحہ 49)

تو اب بریلوی بتائیں!

سارے انبیاء اولیاء شیطان دجال کرشن کافر گدھے وغیرہ وغیرہ کیلئے علم غیب مان کر تم نے رب کی خبر کو جھوٹا کہایا نہیں؟؟؟ اس کے جواب میں رضاخانی کہتے ہیں کہ یہ رب نے جو خبر دی ہے اسے آپ سمجھے نہیں.... اس کا مطلب یہ ہے کہ رب نے فرمایا ہے زمین و آسمان والوں میں سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ذاتی علم غیب نہیں جانتا....... یہ نہیں کہا گیا کہ رب کسی کو عطا نہیں کر سکتا۔ ہم بریلوی رب کی عطا سے انبیاء کے علم غیب کے قائل ہیں ذاتی کا تو ایک ذرہ بھی ماننے کو احمد رضا بریلوی نے کفر قرار دیا ہے اور کہتے ہیں کہ رب کا خاص غیب ذاتی ہے اور خاص رب کا غیب کسی میں ایک ذرے کا ماننا بھی کفر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ چلو دلیل دو کہ رب نے کہاں فرمایا ہے کہ ذاتی علم غیب میرے سوا کوئی نہیں جانتا اور عطائی علم غیب میرے عطا کرنے پر وہ سب جانتے ہیں جن جن کو میں عطا کر دیتا ہوں؟..... تو ذاتی صرف میں جانتا ہوں کی نص قطعی دئے بغیر رضاخانی سورۃ الجن کی آیات پیش کرتے ہیں

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

اور ترجمہ کرتے ہیں

عالم الغیب اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ ترجمہ ہی غلط ہے کیوں کہ اس میں عالم الغیب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو قرار دیتے ہوئے اپنے غیب پر کسی کو تسلط و قبضہ دینے اور اس کا نام عطائی علم غیب ہونے کی خبر نہیں دی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ عالم الغیب اپنے احکامات شریعت اور علوم نبوت کسی پر ظاہر نہیں فرمایا سوائے اپنے منتخب رسولوں کے...... اور آگے جو بات آپ پیش نہیں کرتے وہ بھی دیکھ لو کہ اپنے غیب کا اظہار رسولوں کے علاوہ کسی پر نہیں کرتا اور پھر پھرے بھی مقرر کر دیتا ہے کہ رسولوں کے علاوہ پہنچ ہی کسی کی نہ ہو سکے اور سب کو رسولوں کی تابعداری کے بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی معلوم ہی نہ ہو سکے۔ جس سے یہ تو واضح ہوتا ہے کہ علوم نبوت وحی انباء الغیب اخبار الغیب اطلاع

علی الغیب جس قدر الفاظ کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے سب سے مراد نبوت ورسالت اور احکامات شریعت والی وہ باتیں ہیں جو صرف رسولوں کو اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور جو رسول نہ ہو ان سب کو رسولوں کی تابعداری لازمی قرار دیتا ہے اور کوئی راستہ بھی نہیں چھوڑتا پھرے لگا دیتا ہے کہ رسولوں کو بائی پاس کر کے کسی کے پاس کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کہہ سکے مجھے رسول کی ضرورت نہیں مجھے بھی براہ راست رب نے احکامات شریعت وحی کر دیئے ہیں۔ مگر بریلوی بضد رہتا ہے کہ ذاتی عطائی ہی کا معاملہ ہے۔

ہم کہتے ہیں دیکھو تم خود کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا خاص غیب ذاتی ہے اور شان حبیب الرحمن نامی کتاب میں آپ کے مسلک کے حکیم الامت کا خطاب رکھنے والے احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ کے خاص غیب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبضہ دیا گیا۔ (ملاحظہ ہو شان حبیب الرحمٰن صفحہ 205)

یعنی آپ کے حکیم الامت کا خطاب رکھنے والے احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب اللہ تعالیٰ کے خاص جسے اسی کتاب میں انہوں نے خود ہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص غیب ذاتی ہے..... اسی خاص پر قبضہ قرار دے رہے ہیں..... تو یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی ہی قبضے میں دینا بن گیا...

بریلوی کہتے ہیں دیکھو ہمارے فلاں فلاں نے فلاں فلاں جگہ لکھا ہے ذاتی نہیں مانتے عطائی مانتے ہیں۔ مگر اس بات کا جواب نہیں دیتے کہ جب رب کا خاص غیب ذاتی ہے تو شان حبیب الرحمن میں تو صاف لکھا ہے رب کے خاص غیب پر قبضہ دیا۔

بریلوی کہتے ہیں کہ کوئی آیت دکھاؤ جس میں رب نے فرمایا ہو کہ میں علم غیب عطا نہیں کرتا یا یہ فرمایا ہو کہ انبیاء کو علم غیب نہیں دیتا۔ تو اوپر تیسری آیت دیکھیں سورۃ الانعام کی۔ ہم دکھاتے ہیں کہ دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ ترین رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا ہے

> کہہ دیجئے (اعلان کر دیجئے) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں علم غیب جانتا ہو اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں (انسان نہیں بلکہ) فرشتہ ہوں۔
> میں تو اسی کی تابعداری کرتا (اور کرواتا) ہوں جو مجھ پر وحی ہوتی ہے کیا اندھے اور آنکھوں ں والے برابر ہیں تم غور نہیں کرتے؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو وحی کے معاملے میں آنکھوں والے اور غیر انبیاء کو اندھے قرار دے کر فرمایا ہے کہ اندھے اور آنکھوں والے برابر نہیں ہوتے کیا تم غور نہیں کرتے.... جبکہ بریلویوں نے خود ساختہ علم غیب عطائی گھڑنے کے بعد اولیاء، شیطان دجال کافر گدھا جانور وغیرہ نہ جانے کس کس کیلئے علم غیب عطائی مان کر برابر کھڑا کر دیا ہے۔

دوسری آیت میں اعلان کروایا

> آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو... اور اگر میں علم غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

یعنی صاف ہو گیا کہ علوم نبوت وحی اظہار الغیب اطلاع علی الغیب اخبار الغیب وغیرہ جو کچھ بھی ہیں ان کا اقرار اور انہیں علم غیب کہنے کا انکار ہے اور آگے یہ بھی بتا دیا کہ وحی نبوت والے علوم احکامات شریعت کے معاملے میں رب العزت نے سب کو اندھے قرار دیا ہے اور رسولوں کو آنکھوں والے قرار دے کر فرمایا ہے کہ رسولوں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اور صاف اعلان کروا دیا کہ نفع نقصان دینے کی قدرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کو ہے میں تو صرف پیروی نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے اور پیروی کرنے والوں کو انعامات کی خوشخبری دینے والا ہوں۔ جب کہ بریلوی نے اظہار الغیب کا نام علم غیب عطائی رکھ کر رب کو جھٹلانے کے بعد اس چوتھی اور پانچویں آیت کو بھی جھٹلا دیا۔ کیونکہ بریلوی کہتا ہے کہ سورۃ الجن کی آیت میں رب نے منتخب رسولوں کے علاوہ کسی کو عطائی علم غیب نہ دینے کا واضح اعلان فرمایا... اور پھر بھی لگانے کی خبر دی..... مگر بہت سارے مسلمان اولیاء غیر رسول اور کافر کرشن اور شیطان دجال گدھا اور نہ جانے کون کون بھی علم غیب جان گئے۔ (نور العرفان و ملفوظات اعلیٰ حضرت وغیرہ)

معاذ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی ساری ہی خبریں بالفعل جھوٹی ہو گئی۔

ایک طرف بریلوی کہتا ہے کہ خبر دینے کے بعد خلاف پر قدرت محال بالذات ہے۔ اور دوسری طرف بالوقوع زمین و آسمان والوں میں بے شمار لوگوں کو غیب جاننے والا بنا دینے کے قائل اور خود ساختہ عطائی علم غیب

جب کہ وحی کو علم غیب قرار دینے سے انکار رب نے کروادیا اس کے باوجود اسے علم غیب عطائی کہنے کے قائل ...... اور پھر غیر انبیاء کو بھی علم غیب اولیاء شیطان دجال کافر جانور سب کو علم غیب۔ جب کہ رب نے خبر دی تھی کہ (بریلوی جسے علم غیب عطائی بلا دلیل کہتا ہے وہ بھی رب) صرف پسندیدہ رسولوں کو ہی دیتا ہے اور دوسروں کی رسائی روکنے کیلئے پھرے لگا دیتا ہے۔

جائزہ لیجیے

رب نے خبر دی میں ہر شے (مخلوقات) پر قادر ہوں۔ بریلوی نے کہا نہیں مانتا کیوں کہ (معاذ اللہ استغفر اللہ) رب صرف خبر دینے سے پہلے تک قادر رہتا ہے خبر دینے کے بعد قدرت نہیں رہتی ورنہ وہ رب سچا نہیں رہتا۔

رب نے خبر دی میرے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ بریلوی نے ایمان لانے کے بجائے کہا سب جانتے ہیں.... انبیاء اولیاء شیطان دجال کافر جانور وغیرہ۔ یہاں بریلوی رب کی خبر نہیں مانتے گویا کہتے ہیں (معاذ اللہ استغفر اللہ) رب سے غلطی ہو گئی یہاں رب کہنا بھول گیا کہ صرف ذاتی ہی کوئی نہیں جانتا ویسے سب ہی جانتے ہیں .... کیونکہ سورۃ الجن میں عطائی قبضہ دینے کی خبر سچی ہے۔

جب کہا جاتا ہے کہ وہاں عطائی کہنا بھی تو ثابت نہیں تو گویا کہتے ہیں کہ رب بھول گیا عطائی کہنا.... مگر دیا ضرور ہے عطائی علم غیب۔

جب کہا جائے کہ چلو عطائی دیا تو آگے یہ بھی تو کہا ہے کہ صرف پسندیدہ رسولوں کو دیتا ہے اور باقی کو روکنے کیلئے پھرے لگا دیتا ہے....... تو پھر جب خبر کے خلاف کرسکنے کی طاقت و قدرت ہی تم نہیں مانتے...... تو کیا یہ کہتے ہو کہ غیر انبیاء یعنی اولیاء شیطان دجال کافر جانور وغیرہ نے خود اپنی ذاتی قدرت سے لیا......؟ یا پھر یہ کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نزدیک یہاں بھی جھوٹ بولا تھا کہ رسولوں کے سوا کو نہیں دیتا؟ تو جواب میں کہتے ہیں کہ سورۃ الجن میں جو عطائی دینے کا فرمایا ہے یہ اس میں شامل نہیں.. وہ عطائی رب نے انہیں نہیں دیا۔

جب پوچھا جائے کہ اب یہ نہ ذاتی نہ عطائی تو پھر کون سا ہے جو علم غیب رب نے شیطان دجال سمیت دیگر کو تمہارے نزدیک دیا ہے۔ تو بالکل لاجواب ہو جاتے ہیں۔ یعنی عموم قدرت محال بالذات کا دعوی کرتے ہیں تو رب کو بالفعل جھوٹا مانے بغیر اور غیر انبیاء کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ قدرت والے مانے بغیر اور شیطان دجال کافر جانور

وغیرہ کے سمیت جس جس کیلئے علم غیب کا دعوی کررکھا ہے اسی طرح مختار کل کا بھی تو ان سب کو بھی پسندیدہ رسول ماننے بغیر اپنے خود ساختہ ذاتی عطائی اور جو نہ ذاتی عطائی بلکہ کچھ اور........ یہ کچھ بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

یاد رہے ایسے ہی کچھ خود ساختہ گھڑے ہوئے نظریاتی معاملات میں پھنسنے کے بعد علماء دیوبند کے اٹھائے گئے بریلوی عقائد پر اعتراضات کے جواب جب احمد رضا بریلوی بھی جواب سے عاجز ہوا تھا اور بجائے اپنے عقائد کو درست ثابت کرنے کے معترضین پر بہتان لگا کر اپنے عقائد کو ان پر تھوپنے کے بعد تکفیر کی تھی۔ تاکہ عوام کو بیوقوف بنایا جاسکے اور کبھی کوئی کہے کہ تمہارے تو یہ عقائد کفریہ گستاخانہ ہیں فوری طور پر کہہ سکیں کہ انہیں تو احمد رضا بریلوی نے تمہارے عقائد بتا کر کفر کے فتوے لگا رکھے ہیں اس کے اپنے یہ عقائد کیسے ہو سکتے ہیں؟

جب کوئی کہے احمد رضا بریلوی اور بریلویت کے عقائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کھلم کھلا صاحب شریعت نبی ماننے پر کفر نہ ہونا اللہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مان کر عقیدے گھڑنا شیطان کو نبی سے بڑھانا اور شیطان دجال کافر جانور وغیرہ تک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لا کھڑا کرنا ہیں تو شور کر سکیں کہ یہ تو تمہارے عقیدے ہیں احمد رضا بریلوی تو ان کی وجہ سے ہی تمہیں کافر کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دست و گریبان بریلوی عقائد سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور ان کے شر سے تمام انسانیت کو محفوظ رکھے! آمین

رب نواز بھٹی (قسط:٦)

غیر مقلدین کے دعویٰ عمل بالقرآن کی حقیقت

قرآن کا مضمون اپنے خلاف پا کر فرار کے بہانے

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد نے شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد کے متعلق لکھا:

”اَب دیکھئے! پرندوں اور پہاڑوں کا تسبیح بیان کرنا۔ حضرت داود کی تسبیح کے ساتھ ہم نوا ہو جانا، پرندوں کا حضرت داود کے گرد جمع ہونا یہ سب باتیں عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہیں لہٰذا ان کا اثری مفہوم ملاحظہ فرمایئے: انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة كل له اواب... پہاڑوں کی کھدائی اور سنگ تراشی کا بہت بڑے شاہی پیمانے پر کام ہوتا تھا تمام کاریگر اپنے کارخانوں میں اور کلرک اپنے اپنے دفتروں میں اور جج اپنے اپنے محکموں میں اور فوجی اپنی سراؤں اور چھاؤنیوں میں اور پولیس اپنی اپنی چوکیوں میں باضابطہ کام کرتے تھے۔ اور طیاروں، ہوائی جہازوں کا سلسلہ بھی ہر طرح سے اطمینان بخش تھا کہ وہ اپنے اپنے اڈوں پر اُتر کر جمع ہوتے تھے۔“ اَب اس اثری مفہوم میں پہاڑوں کی کھدائی اور سنگ تراشی یا کارخانوں کے کلرک، چھاؤنیوں کے فوجی اور پولیس افسر قرآن کے کس لفظ کے معنی ہو سکتے ہیں یا کس لفظ سے یہ معنی مستنبط ہو سکتے ہیں؟ یہ تو اَثری صاحب یا ان کے شاگرد ہی بتلا سکتے ہیں۔ ہم تو صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ اثری صاحب فرما رہے ہیں۔ وہ سب ان کا اپنا بیان ہے جس کا قرآن کی مندرجہ آیت سے اگر کچھ تعلق ہے تو اس قدر کہ اس اثری بیان میں جبال کا ترجمہ پہاڑ بھی آ گیا ہے۔“

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۰)

لحنِ داودی کا انکار... اور... الٹی سیدھی تاویلات

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اثری صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ انبیاء و صالحین کے محاسن بیان فرما کر ان کی تحمید یا ان پر صلوۃ بھیجتے ہیں کیا لحن داودی کا شمار محاسن میں نہیں ہو سکتا؟ اسی لحن داودی اور خوش الحانی کو اللہ

تعالٰی نے حضرت داود کی فضیلت بتایا ہے تو اثری صاحب کو یہ فضیلت بیان کرنے سے گھٹن کیوں محسوس ہوتی ہے اور اس کی الٹی سیدھی تاویلات پر اُتر آتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۰)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا پہ اعتراض

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَب دیکھئے! اثری صاحب کو حضرت سلیمانؑ کی اس دعا پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے ایسی بادشاہی کیوں طلب کی جو دوسروں کو سزاوار نہ ہو کہ یہ اللہ کی وسیع رحمت میں بندش ہے لہٰذا شانِ نبوت کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نبی کو چند ایسی باتیں یا معجزات عطاء ہوئے جو دوسروں کو نہیں ہوئے۔ اور یہ خرقِ عادت امور کبھی تو نبی کے طلب کرنے پر عطاء ہوئے اور کبھی بلا طلب ملے۔ پھر اگر سلیمان نے یہ دعا کی تھی اور خدا نے وہ دعا منظور بھی فرمالی تو اس میں کسی کو گھٹن کیوں محسوس ہو؟ چنانچہ اثری صاحب لا ینبغی لاحد من بعدی کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ لا ینبغی لاحد ان یُفسد فیہ من بعدی یعنی میں اپنے ملک میں اسلامیات کو لازم قرار دے کر اس کی اصلاح کر چکا ہوں۔ اب کوئی شخص میری اصلاح کے بعد فساد اور بے چینی نہ پھیلا سکے۔" (ص ۲۸۲) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اثری صاحب کی اس تفسیر کی کوئی بنیاد بھی ہے؟ کیا اس تفسیر کے لئے وہ کوئی دلیل پیش فرما سکتے ہیں۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۲)

دعائے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی غلط تفسیر

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد آگے لکھتے ہیں:

"پھر اس تفسیر پر غالباً آپ خود بھی مطمئن نظر نہیں آتے۔ لہٰذا ایک دوسرا مطلب بھی پیش فرماتے ہیں کہ "خدایا! میری توجہ کسی ایسے شان دار ملک کی طرف پھیر جس کی طرف کوئی بڑے سے بڑا تاک لگائے بیٹھا ہے کہ اسے فتح کرلے مگر اس سے پہلے میں فاتح ہو کر اسے دار الاسلام بناؤں، پھر وہ میرے فتح کے پیچھے اس سے بالکل مایوس ہو جائے۔" (ص ۲۸۲) اس

مطلب کے بیان کرتے وقت غالباً ملک سبا آپ کے پیشِ نظر تھا۔ یہاں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کون تھا جو آپ سے پہلے اس ملک کی تاک لگائے بیٹھا تھا؟ تاریخ سے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ سلیمانؑ کی فرمانروائی کا زمانہ ۹۶۵ ق م سے لے کر ۹۹۶ ق م تک تقریباً ۴۰ سال ہے۔ اس دَور میں اہلِ سبا کی حکومت بڑی متمدن اور بڑی مال دار تھی اور ملکہ سبا کی حکومت جنوبی یمن، حضرموت اور حبشہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ذرائع آب پاشی کی خاطر انہوں نے بڑے بڑے بند تعمیر کئے تھے لیکن اس دَور میں کسی ایسی بڑی حکومت کا سراغ نہیں ملتا جو سبا پر تاک لگائے بیٹھی ہو اور حضرت سلیمان سے پہلے اسے فتح کرنے کے خواہش مند ہو مگر اثری صاحب کو ایسی تاریخی باتوں سے کیا سروکار؟"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۲)

قرآنی معجزے تسخیر ہوا کا انکار

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اور سلیمانؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہوا کو جو مسخر کیا تھا تو اس کے متعلق [اثری صاحب نے (ناقل)] فرمایا: "اور ہم نے ایسے تیز رفتار ہوائی جہازوں کا بھی اضافہ کر دیا جو دو مہینوں کے پیدل سفر کی آمد و رفت تک کی مقدار تک کسی طرف جہاز پہلے پہر روانہ ہوتے تو اسی دن پچھلے پہر واپس بھی ہوائی اڈے پر اُتر آتے۔ (ب صفحہ ۲۹۲) بتلایئے اس مطلب میں تجری بامرہ یعنی ہوا سلیمانؑ کے حکم سے چلتی تھی" کا شائبہ تک بھی ملتا ہے۔ ہوائی جہازوں کو ان کے اڈوں سے چڑھا کر اور اُتار کر آپ نے سلیمانؑ کی اعجازی حیثیت کو تو ختم کر دیا اور غالباً ان کی عصمت بیان کر دی لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس دَور میں ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے تھے یا ان کے اڈے تعمیر ہو چکے تھے؟ اگر ایسی صورت ہو پھر عام لوگ بھی یقیناً ہوائی سفر کرتے ہوں گے۔ پھر اس میں حضرت سلیمانؑ کی کیا خصوصیت رہی اور ان پر بالخصوص انعامِ الٰہی کیا ہوا؟ لیکن اثری صاحب تو اس زمانہ میں جمہوری انتخابات بھی کروا سکتے ہیں۔ اگر ہوائی جہاز اڑا دیئے تو پھر کیا ہوا؟۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۳)

اس عبارت میں "ان کی عصمت بیان کر دی" جملہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ اثری صاحب کہتے ہیں کہ لوگوں نے انبیاء کی طرف ایسے امور (معجزات) منسوب کئے جو اُن کی عصمت کے خلاف ہیں اور میں ان کی عصمت کا دفاع کر رہا ہوں۔ اسی تناظر میں کیلانی نے کہا انہوں نے اپنے زعم میں عصمت بیان کر دی۔ یعنی یہ بطور الزام کہا ہے۔ کیلانی صاحب کی اس عبارت سے تاثر ملتا ہے کہ کبھی الزامی کی صراحت کے بغیر بھی الزامی بات کہہ دی جاتی ہے۔

جنات کی تسخیر اور اثری صاحب

شیخ عنایت اللہ اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اور مجرموں کے لیے جیلوں اور گرفتاریوں کا سلسلہ بھی بہت پختہ کر دیا" (ب صفحہ ۲۹۲) [یہ غالباً و الشیاطین کل بناء و غواص و آخرین مقرنین فی الاصفاد کی تفسیر شروع ہو رہی ہے (کیلانی)] علاوہ اس کے لوہا، تانبہ، پیتل، قلعی، شیشہ، سکہ، چاندی، سونا وغیرہ دھاتوں کے پگھلانے اور مختلف چیزوں کے بنانے کے لیے علیحدہ علیحدہ کار خانے جاری کرائے۔ جن میں زیور، برتن، تلوار، چھری، چاقو و دیگر سامانِ ضرورت و حرب، نقشہ جات کے مطابق تیار ہوتا اور تعمیری انجینئروں کا کام بھی نقشوں کے مطابق ہوا کرتا تھا اور غوطہ زنی سے دریائی چیزوں کو حاصل کرنے کا بھی انتظام موجود تھا۔"

(صفحہ ۲۹۲)

کیلانی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ معمار اور غوطہ زن کون لوگ تھے؟ قرآن نے ان کی جنس بتلا دی ہے کہ وہ جن تھے تو پھر اثری صاحب کو یہ بتلاتے ہوئے کیوں جھجک محسوس ہوتی ہے اور ان معماروں، کاریگروں اور غوطہ زنوں کی جنس بتلانا کیوں گوارا نہیں کرتے۔"

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۳)

اس لئے گوارہ نہیں کرتے اگر یہ جنات کا مسخر ہونا مان لیں تو سید سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے جب کہ اثری صاحب معجزات کے انکاری ہیں۔ خود کیلانی صاحب نے اثری صاحب کی عبارت پہ تبصرہ کرتے ہوئے

لکھا:

''اَب اثری صاحب زبان سے گو ہزار بار جنوں کے الگ مخلوق ہونے کا اقرار کریں مگر جب جنوں سے متعلق کوئی معاملہ در پیش ہو تو فوراً سر سید کے ہم نوا بن کر ذہنی طور پر جنوں اور ان کے کاموں سے منکر بن جاتے ہیں اور ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے یہی صورت یہاں بھی پیش آئی ہے۔''

(عقل پرستی اور انکار معجزات صفحہ ۲۵۴)

(جاری)

محترم ابو سعد لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

"المہند" کی تائید میں لکھی گئی کتاب "کمال التثقیف" پر میثم عباس وعبید رضاخانی کو جواب

قارئین کرام! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان نے "حسام الحرمین" میں دھوکا و فراڈ کر کے علماء حرمین شریفین سے تصدیق حاصل کی تھی، ان مصدقین میں مفتی شافعیہ علامہ سید احمد برزنجی بھی شامل تھے، مگر جب علامہ برزنجی پر حق واضح ہوا تو انہوں نے اپنے مؤقف سے رجوع کرتے ہوئے حسام الحرمین کے جواب میں لکھی گئی کتاب، "المہند علی المفند" کی تائید میں مستقل ایک رسالہ "کمال التثقیف" لکھا۔

اس سلسلہ میں رضا خانیوں نے، بالخصوص میثم عباس قادری صاحب نے چند اعتراضات اٹھائے ہیں نمبر وار اعتراض مع جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر ا: یہ ہے کہ "بقول دیوبندیہ "کمال التثقیف" ان کی تائید میں ہے تو آج تک اس کو شائع کیوں نہیں کیا؟"۔

جواب: "کمال التثقیف" ہماری تائید میں ہے یا نہیں؟ اس پر میں عبید رضاخانی کو باحوالہ مسکت و مدلل جواب پہلے ہی دے چکا ہوں، جواب تک لاجواب ہے۔ اسی تحریر کے ساتھ آخر میں درج کر رہا ہوں ملاحظہ فرمالیں۔

باقی رہی یہ بات کہ "شائع کیوں نہ کرائی؟" تو جواباً عرض ہے کہ "حسام الحرمین" کی اشاعت میں تاخیر کے متعلق خود میثم صاحب لکھتے ہیں کہ:

> "۱۳۲۵ھ میں اس کا اردو ترجمہ مکمل ہونے کے بعد عین ممکن ہے کہ مالی حالات کی وجہ سے یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں شائع نہ ہو سکی ہو۔ کاتب کی جانب سے بھی تاخیر ہو سکتی ہے۔ تاخیر کی دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں"۔
>
> (المہند اور اعلیٰ حضرت: ص)

پس ہماری طرف سے بھی ایسے ہی احتمالات قبول کر لیں کہ ہو سکتا ہے مالی حالات کی وجہ سے اب تک یہ کتاب شائع

نہ ہو سکی ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے اکابر نے اشاعت کے لیے کسی کاتب کو دی ہو اور وہ کاتب تقیہ باز بریلوی ہو اور خان صاحب بریلوی کا مرید ہو! لہٰذا اس نے کتاب ہی ضائع کر دی ہو۔ اگر میثم صاحب یہ کہیں کہ مالی حالات وجہ تھی تو "غایة المامول" کیسے شائع ہوئی؟ تو جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے جس وقت "غایۃ المامول" شائع کرائی گئی اس وقت مالی حالات ٹھیک ہوں۔!!"کمال التثقیف" کی اشاعت نہ ہونے کی دیگر بھی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ کہنا کہ دیوبندیوں کے خلاف تھی اس لیے شائع نہ ہوئی بالکل لغو اور فضول بات ہے۔ کیونکہ اگر یہ کتاب ہمارے خلاف ہوتی تو خان صاحب بریلوی تک اس کی نقل پہنچ چکی تھی وہ ضرور اس کی اشاعت کرواتے یا اس کے حوالے ہمارے خلاف پیش کرتے مگر ایسا نہیں ہوا لہٰذا یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ کتاب ہماری حمایت ہے ورنہ بتاؤ کہ خان صاحب بریلوی نے اس کی اشاعت کیوں نہ کرائی؟ اس کے حوالے کیوں نہ پیش کیے؟؟؟

اعتراض نمبر ۲: یہ ہے کہ "النعمة الکبری" مطبوعہ حقیقت کتابوی ترکی کے ساتھ "کمال التثقیف" کا جو خلاصہ شائع کیا گیا ہے اس میں میلاد شریف پر اہل سنت (بریلوی) کی بھرپور ترجمانی کی گئی ہے..... اور اس میں نانوتوی کے مؤقف کا رد بھی کیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کیوں دیابنہ نے اس کو آج تک شائع نہیں کیا"۔

جواب: شائع نہ ہو پانے کی وجہ اوپر میں نے بیان کر دی۔ باقی رہا میثم صاحب کا یہ کہنا کہ اس میں میلاد کا جواز بیان کیا گیا اور امام نانوتوی کے موقف کا رد کیا گیا اس وجہ سے دیوبندیوں نے شائع نہ کرائی۔ تو یہ بھی بالکل لغو اور فضول بات ہے۔ کیونکہ "غایة المامول" کے متعلق خود بریلویوں کا کہنا ہے کہ اس میں "حسام الحرمین" کی تائید موجود ہے، تو جب بقول بریلویہ ہم "حسام الحرمین" کی تائید والی کتاب چھاپ سکتے ہیں تو جوازِ میلاد اور امام نانوتوی کے مؤقف کی تردید ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ثانیاً: "حسام الحرمین" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میلاد وغیرہ کا اختلاف فروعی ہے، اصل اختلاف عبارات کا ہے اور تکفیر کا دارومدار عبارات پر ہے، نیز امام نانوتوی کے مؤقف کی تردید بھی کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ یہاں "کمال التثقیف اور علامہ برزنجی سے متعلق بحث، تکفیر وعدم تکفیر کی ہو رہی ہے۔ لہٰذا میثم عباس کو چاہئے کہ وہ "کمال التثقیف" سے تکفیر کا ثبوت پیش کریں!!! مگر ثبوت پیش کرتے وقت یہ خیال بھی رکھیں کہ "حسام

الحرمین" میں علماء دیوبند کی طرف جو عقائد منسوب کر کے تکفیر کی گئی ہے وہ خود ہمارے نزدیک بھی کفر ہے، لہٰذا اگر ان عقائد کے کفریہ ہونے کی کوئی تصدیق کرتا ہے تو وہ ہمارے خلاف نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اس شرط کے ساتھ "حسام الحرمین" کی تصدیق کرے کہ "اگر علماء دیوبند کے عقائد ایسے ہی ہیں جیسا حام الحرمین میں ظاہر کیا گیا ہے، تو علماء دیوبند کافر"۔۔۔ تو یہ بھی نہ ہمیں مضر نہ تمہیں مفید۔ ہاں اگر کوئی اس طور پر تصدیق کرے کہ "میں نے علماء دیوبند کی کتب دیکھی، ان کی کتب میں واقعی یہ کفریہ عقائد موجود ہیں لہٰذا علماء دیوبند کافر۔ تو وہ ضرور ہمارے خلاف ہو گا، پھر ہم اس کا رد کریں گے۔ میثم سمیت تمام رضاخانیوں میں اگر دم خم ہے تو علامہ برزنجی سے ایسی تصدیق دکھائیں۔ دیدہ باید! مگر ہم جانتے ہیں کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اعتراض نمبر۳: یہ ہے کہ "مولوی ابو ایوب دیوبندی نے اپنی کتاب پانچ سو باادب سوالات میں ایک مقام پر قارئین کو "کمال التثقیف" کتاب پڑھنے کا کہا ہے سوال یہ ہے کہ جب یہ کتاب مکمل دستیاب ہی نہیں تو کیسے پڑھی جائے؟"

جواب: مولانا ابو ایوب قادری صاحب حفظہ اللہ نے قارئین کو نہیں، بریلوی قارئین کو پڑھنے کو کہا ہے مکمل عبارت ملاحظہ ہوں:

> "احمد رضا خان صاحب نے دھوکے سے علماء عرب سے دیوبند والوں پر کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور حسام الحرمین کے نام سے ہندوستان میں چھاپا اور مسلسل چھپ رہا ہے۔ علماء دیو بند نے علماء عرب سے رابطہ کیا اور ان کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو علماء عرب نے اپنے فتوے سے رجوع کیا اور یہ ساری کارگزاری مستقل کتابوں اور رسالوں میں بیان کی مثلاً مطالعہ کریں: غایۃ المامول، تثقیف الکلام، رجوع المذنبین علی رؤس الشیاطین وغیرھم۔ اب علماء عرب کا رجوع ثابت ہے تو بریلوی حضرات یہ بتادیں کہ آپ لوگ کس منہ سے یہ بات کہتے ہو کہ علماء عرب دیوبند والوں کی تکفیر کرتے ہیں؟ آپ لوگ حسام الحرمین میں علماء عرب کا حوالہ دے کر عوام کو کیوں دھوکہ دیتے ہو؟

(بریلوی علماء و عوام سے پانچ سو باادب سوالات ص37-38)

تو یہاں کلام بریلویوں سے ہے کہ یہ کتابیں پڑھیں۔ اور چونکہ "کمال التثقیف" کی نقل فاضل بریلوی کے دو مریدین مولانا سید احمد علی قادری و مولانا کریم اللہ کے زریعے فاضل بریلوی تک پہنچ چکی تھی جیسا کہ لکھا ہے کہ:

"مفتی معزول برزنجی نے جو رسالہ لکھا ہے خلیل احمد کے رسالہ کے جواب میں جو کچھ انکی مدح اور ذم ہے اس کی نقل آپ کو بھیج دی ہے، ملاحظہ عالیہ سے گزری ہو گی۔

(علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام: ص41)

تو لہٰذا میثم اور دیگر بریلوی حضرات ہم سے یہ سوال نہ کریں کہ جب کتاب مکمل دستیاب نہیں تو کیسے پڑھی جائے؟ ورنہ ہمارا جواب یہ ہو گا کہ خان صاب بریلوی کے گھر جا کر "کمال التثقیف" تلاش کریں اور پڑھ لیں۔!!!

اب میثم صاحب ہمارے سوال کا جواب دیں

"کمال التثقیف" کے متعلق قاضی فضل احمد لدھیانوی لکھتے ہیں کہ:

"وہ اصل رسالہ یہاں ہندوستان میں حلفیہ موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس رسالہ کا کوئی نام لکھا ہے اور نہ عرب یا مصر میں طبع ہوا ہے۔... اور میں کہتا ہوں کہ دراصل وہ کوئی رسالہ ہے بھی یا نہیں؟... اس کا ثبوت کیا ہے کہ واقعی کوئی سید احمد برزنجی صاحب کا رسالہ لکھا ہوا ہے؟"

(انوار آفتاب صداقت: ص522)

قاضی فضل لدھیانوی صاحب رسالہ "کمال التثقیف" کے وجود پر سوال اٹھا رہے ہیں۔ جبکہ اوپر حوالہ گزر چکا کہ خان صاحب تک "کمال التثقیف" کی نقل پہنچ چکی تھی اور "انوار آفتاب صداقت" پر فاضل بریلوی کی تقریظ موجود ہے جس میں موصوف نے تصریح کی ہے کہ

"میں نے یہ کتاب خود مصنف کی زبانی بالاستیعاب سنی ہے"

(انوار آفتاب:65)

تو فاضل بریلوی کی زمہ داری تھی کہ وہ قاضی فضل احمد کی اصلاح کرتے اور سچ بیان کرتے کہ ہاں یہ رسالہ موجود ہے میرے پاس نقل پہنچی ہے مگر خان صاحب نے ایسا نہیں کیا تو ہمیں بھی کہنے کا حق ہے کہ یہاں خان صاحب کی خاموشی خود اس بات کی عکاسی کر رہی ہے کہ رسالہ "کمال التثقیف" دیوبندیوں کی حمایت میں ہے۔ کیونکہ رد

میں ہوتا تو خان صاحب قاضی فضل لدھیانوی کے انکار کی تائید نہ کرتے، بلکہ فوراً بول پڑتے کہ ہاں ہاں یہ رسالہ میرے پاس موجود ہے اور اس میں دیوبندیوں کا رد ہے۔!!!

نوٹ: وہ خط جس میں کمال التثقیف کی نقل فاضل بریلوی تک پہنچنے کا ذکر ہے ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۹ھ کا ہے جبکہ انوار آفتاب صداقت ۱۳۳۷ھ میں لکھی گئی۔

المہند کے متعلق عبید رضاخانی کے بے تکے اعتراض کا مسکت جواب

عبید رضاخانی کا اعتراض یہ ہے کہ:

”مولانا ابو ایوب قادری نے لکھا ہے کہ "اگر کمال التثقیف میں کوئی بات علماء دیوبند کے خلاف ہوتی تو بریلوی اسے ضرور پیش کرتے" حالانکہ خود دیوبندیوں کا "کمال التثقیف" شائع نہ کرنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اس میں دیوبندیوں کا رد کیا گیا ہے۔۔۔(محصلہ)

الجواب: اس کا جواب خود مولانا ابو ایوب قادری صاحب کی اسی عبارت میں موجود ہے جسے عبید نے اپنی پوسٹ میں ازراہ خیانت ادھورا نقل کیا، مکمل عبارت ملاحظہ ہوں:

”احمد رضا خان صاحب کو مدینہ منورہ سے اس رسالے کی نقل ان کے مرید احمد علی قادری اور کریم اللہ صاحب نے مدینہ منورہ سے بھیج دی تھی جس کا ذکر کتاب علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام ص ۴۵ میں موجود ہے۔ اگر اس میں کوئی علماء دیوبند کے خلاف بات ہوتی تو علماء بریلوی ضرور پیش کرتے۔ بلکہ یہ رسالہ اگر المہند کی حمایت میں نہ ہوتا تو پھر اسکے جواب لیے لکھے جانے کی مذکورہ خط میں بات بھی نہ کرتے“۔

(المہند کی حقانیت: ص164)

یعنی مولانا ابو ایوب قادری صاحب کا مطالبہ اس وجہ سے تھا کہ رسالہ "کمال التثقیف" کی نقل خان صاحب تک پہنچ چکی تھی لہٰذا اگر اس میں کوئی بات دیوبندیوں کے خلاف ہوتی یا یہ رسالہ دیوبندیوں کی حمایت میں نہ ہوتا تو خان صاحب ضرور پیش کرتے۔ نیز مولانا ابو ایوب قادری صاحب نے فاضل بریلوی کے جس خط کی طرف اشارہ کیا اس میں فاضل بریلوی کے مریدین نے ان کو مشورہ دیا ہے کہ آپ (یعنی فاضل بریلوی صاحب) علامہ برزنجی کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر ان کو بھیجیں کہ:

”آپ نے (یعنی علامہ برزنجی نے) رسالہ غاية المامول لکھا۔ اور مجھ پر بہت کچھ غصہ ظاہر کیا۔ اور سائل خلیل احمد نے بعض سوالات، جوابات آپ کے پاس پیش کئے اور اس میں اس نے اپنے اور اپنے مشائخ کے عقائد کو چھپایا۔ جو کچھ براہین وغیرہ میں لکھا ہے۔ پورے طور سے ظاہر نہیں کیا۔ تاہم بالکل اپنے عقائد چھپا بھی نہ سکا۔ اور آپ نے چند مسائل میں اس سے اختلاف کیا۔ اور اس سے رجوع کرانا چاہا، لیکن اس نے اصرار کیا۔ اور آپ نے اب جو رسالہ لکھا ہے اس کے مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس کو بالکل اہلسنت وجماعت سے جانا۔ اور محقق و علامہ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ اپنے اور اپنے اجداد کے عدووں کے ساتھ یہ رعایت اور دوستوں، مداحوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جارہا ہے۔

(علمائے عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام: ص43)

”اگر آپ (یعنی علامہ برزنجی) اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے اور بس ”غاية المامول“، اور ”كمال التثقيف“ لکھ کر علاحدہ ہو گئے اور آپ کی طرف سے بالکل سکوت ہو گا۔ تو ہم کو غاية المامول اور كمال التثقيف کا جواب دینا ضروری ہو گا“

(علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام: ص44)

آخر میں مرید صاحبان فاضل بریلوی سے کہتے ہیں کہ:

”اگر آپ کی طرف سے مناسب نہ ہو تو مولانا سید عبد الرحمن صاحب قادری مدظلہ کی طرف سے ایک خط متضمن مضمون مذکور برزنجی صاحب کو بھیج دیں۔ کیا عجب ہے کہ (برزنجی) راہ راست پر آجاویں۔ ورنہ اتمام حجت ہو جاویں گی۔ بعد ازاں اگر انھوں نے دین میں کوشش کی تو فهو المراد۔ اور اگر سکوت کیا تو یا کچھ خلاف اختیار کیا تو اس وقت غایہ المامول اور رسالۂ حال (كمال التثقيف) اور جوابات خلیل کا تینوں رسالوں کا رد عربی میں سید عبد الرحمن صاحب لکھ کر طبع کرا کے متعدد نسخے یہاں بھجوا دیں“

(علماء عرب کے خطوط فاضل بریلوی کے نام: ص44-45)

قارئین، ان اقتباسات کو دوبارہ پڑھیں اور غور فرمائیں، یہ اقتباسات چیخ چیخ کر بتا رہے ہیں کہ علامہ برزنجی نے

رسالہ "کمال التثقیف" علماء دیوبند کے رد میں نہیں، حمایت میں لکھا ہے۔ اگر علامہ برزنجی نے "کمال التثقیف" میں علماء دیوبند کا رد کیا ہوتا تو فاضل بریلوی کے مریدین "کمال التثقیف" کا جواب لکھنے کی بات کیوں کرتے؟ نیز مکتوب کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے کہ:

"آپ نے (یعنی علامہ برزنجی نے) اس کو (یعنی "المہند" کو) بالکل اہلسنت و جماعت سے جانا۔ اور (خلیل احمد کو) محقق و علامہ لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ اپنے اور اپنے اجداد کے عدوؤں کے ساتھ یہ رعایت"۔

یہ عبارت بھی اسی جانب مشیر ہے کہ رسالہ "کمال التثقیف" علماء دیوبند کے رد میں نہیں، حمایت میں لکھا گیا ہے۔

مولانا ساجد محمود صاحب۔ سلانوالی، سرگودھا (قسط:۸)

تضادات مماتیت

۳۳۔ کیا شوافع عدم سماع موتیٰ کے قائل ہیں یا نہیں؟

ہمارے کرم فرماؤں کی یہ عادت شریفہ کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ وہ جھوٹ کو سچ کے ایسے زیور پہنا کر حقیقت کی دنیا میں داخل ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ وہی جھوٹ سچ نظر آنے لگے۔ مگر انہیں شاید یہ علم نہیں کہ حقیقت کی دنیا میں داخل ہونے کے لیے انسان کو سچ کے زیور پہننے پڑتے ہیں۔ جھوٹ کو سچ کا لبادہ پہنانے کے لیے جو کوئی ایسی کوشش کرے گا تو گویا یوں ہی کہا جائے گا کہ وہ سورج کو اپنی پھونک سے بجھانے کی کوشش کر رہا، یا اندھیرے کو روشنی قرار دینے پر تُلا بیٹھا ہے۔ کچھ اس طرح کی صورتحال اس مقام پر بھی پیش آئی ہے وہ اس طرح کے ہمارے ایک کرم فرما مسئلہ سماع موتی پر شوافع کا اجماع نقل کرتے ہوئے کچھ اس طرح رقمطراز ہیں۔

”البتہ امام شافعی کی طرف سماع کی نسبت غلط ہے کیونکہ وہ بھی سماع موتی کے قائل نہیں منکر ہیں۔“

(عقیدت الاکابر صفحہ 22)

اب اتنے بھولے بھالے بیچارے مذکورہ مصنف کتاب کو بھلا کون سمجھا سکتا ہے جو ہاتھ کی ہتھیلی پر سرسوں کا تیل جمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اس مقام پر صرف اتنا عرض گزار ہوں گے کہ آپ کا یہ مفروضہ بالکل بھی نہ جم سکا بلکہ وہ تمہاری ہتھیلی سے اٹھ کر تمہارے گلے پڑ گیا ہے۔ وہ یوں کہ آپ کے اکابر کے نزدیک آنجناب کا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں؟ فیصلہ انہی سے کروا لیتے ہیں۔ چنانچہ یہ ہے ہمارے سامنے نداء حق جس میں صاف لکھا ہے کہ۔

امام شافعیؒ یہاں بھی کتاب اللہ کو خبر واحد کے ذریعہ مخصوص فرمارہے ہیں اسی لیے وہ قریب سے اہل قبور کے سننے کے قائل ہیں اور یہی مسلک ان کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ کا ہے جب عام اموات کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہوا تو انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے تو بطریق اولیٰ یہی عقیدہ ہو گا۔

(نداء حق جلد 2 صفحہ 206)

۳۴. کیا احناف کے ترجمان حضرت ملا علی قاری عدم سماع کے قائل تھے؟

اشاعت التوحید کے بزرگ ترین عالم حضرت حسین نیلوی صاحبؒ کا کہنا ہے کہ ترجمان احناف شارح احادیث پیغمبر دوجہاں ﷺ جناب علامہ ملا علی قاریؒ عدم سماع موتی کے قائل تھے۔

(دیکھیے نیلوی صاحب کی کتاب نداء حق ج 2 صفحہ 95)

حضرت موصوف کا ترجمان احناف کے متعلق یہ حیران کن انکشاف آیا عین حقیقت ہے یا اپنے مذہب کے ترجمان اعظم پر بہتان اور الزام تراشی کا ایٹم بم؟ اس بابت ہم مولف مرحوم اور مولف کی کتاب ندائے حق کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کی کوشش نہیں کرتے۔ مذکورہ کتاب کو ایک مرتبہ پھر الماری سے نکالیے اور سامنے رکھ کر اس کا مطالعہ کیجئے۔ وہاں جلی حروف میں لکھا ہوا یہ صاف نظر آرہا ہے کہ

> یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، ابن الہادیؒ ہوں یا ابن حجرؒ، سیوطیؒ، نوویؒ، عیاضؒ، ہوں یا شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، ملا علی قاریؒ وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبی ﷺ کے اس لیے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتی مانتے ہیں۔

(نداء حق جلد 2 صفحہ 85)

۳۵. کیا شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ بھی عدم سماع کے قائل تھے؟

حضرت شیخ الاسلام کے بارے میں نیلوی صاحبؒ کا قلم ایک مرتبہ پھر بے ہوشی کی حالت میں چلا گیا ہے اور دانستہ یا نادانستہ حالت میں یہ شوشہ چھوڑنے پر مجبور ہوا کہ علامہ ابن تیمیہؒ بھی منکرین سماع موتیٰ میں تھے۔

(دیکھیے نداء حق طبع اول صفحہ 153)

مگر علامہ صاحبؒ کے قلم کی جونہی حالت بے ہوشی اختتام پذیر ہوئی تو حقیقت لکھنے میں نہ جھجکا اور نہ ہی شرم محسوس کی۔

اسی نداء حق میں ہی شیخ الاسلام سے نقل کرتے ہوئے یہ درج کیا گیا ہے کہ

> البتہ وہ لوگ جو آپ ﷺ کی قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر آپ ﷺ پر سلام کرتے ہیں تو آپ جواباً ان کو سلام کہتے ہیں جس طرح کے تمام مومن بھی جب ان پر سلام کہا جاتا ہے تو وہ

سلام کا جواب دیتے ہیں اس میں رسول اکرم ﷺ کی کچھ خصوصیت نہیں ہے۔

(نداء حق جلد 2 صفحہ 87)

۳۶. کیا امام المفسرین علامہ سیوطیؒ بھی عدم سماع کے قائل تھے؟

راقم الحروف نداء حق کے صفحہ پر صفحہ پلٹتا جا رہا ہے اور حیرانگی کے عالم میں ڈوب رہا ہے کہ ہمارے بزرگ حضرت نیلوی صاحبؒ جب قارئین کو اپنے قلم کے سہارے کسی بات پر کچھ قائل کر لیتے ہیں تو آگے جا کر اسی بات کی ایسی تردید کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا سوچتا رہ جاتا ہے کہ یہ کتاب ہے یا مجموعہ تضادات؟ ہمارے سامنے حضرت موصوف کا مبارک قلم ایک مرتبہ پھر لڑکھڑاتا ہوا نظر آ رہا ہے اور یہ بات ڈگمگاتے ہوئے کہنے پر مجبور ہے کہ

"امام سیوطیؒ عدم سماع کے قائل تھے۔"

(دیکھیے نداء حق جلد 2 صفحہ 93)

حضرت نیلوی صاحب جیسے ہی اپنی مذکورہ کتاب کے آخری مراحل میں پہنچے تھے کہ اچانک مذکورہ فرمان بھول گئے اور یہ لکھ مارا۔۔۔

"قال سیوطی سے استدلال کا مائل پھر علامہ سیوطی نے جو بات فرمائی ہے کہ مردوں کا ساری مخلوق کے کلام کو سننا بلا شبہ صحیح ہے۔۔۔۔ کیا آپ کو تسلیم ہے اگر تسلیم ہے تو آپ میں اور بریلویوں میں کیا فرق ہے۔"

(نداء حق جلد 2 صفحہ 324)

(جاری)

محترم ابو سعد لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

"المہند" کی اشاعت کے متعلق رضاخانی سعد حنفی کے ڈھول کا پول اور اتمام حجت

قارئین کرام! ہم نے کل یا پرسوں "المہند" کی اشاعت کے متعلق سعد حنفی کے ایک جھوٹ کی قلعی کھولنے کے لیے موصوف کے سامنے آئینہ رکھا تھا۔ آج جناب نے بجائے اپنا منہ اس آئینے میں دیکھنے اور اپنی اصلاح کرنے کے، مماتیوں کے جھوٹے برتن میں منہ ڈال دیا ہے۔ ہم نے کہیں پڑھا تھا کہ عزت تو آتی جاتی ہے بس آدمی کو ڈھیٹ ہونا چاہئے، سعد حنفی نے اس بار ایسا ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کیا ہے کہ موصوف ہمارے نزدیک "نوبل پرائز برائے ڈھیٹ پن" کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ آیئے موصوف کے اس کارنامہِ ڈھیٹ پن کا زرا تفصیل سے جائزہ لیں۔

موصوف کا جھوٹ یہ تھا کہ

"المہند" فاضل بریلوی کی وفات کے بعد شائع ہوئی... الخ"

ہم نے اس جھوٹ کی قلعی کھولنے کے لئے میثم عباس رضوی کا حوالہ دے کر ثابت کیا تھا کہ المہند فاضل بریلوی کی حیات میں ہی شائع ہوئی تھی، اب موصوف کو چاہئے تھا اپنے جھوٹ سے توبہ کرے، مگر بجائے توبہ کرنے کے موصوف نے اپنے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کسی متعصب و بدبودار مماتی مولوی کا حوالہ پیش کر دیا۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ محض اپنے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے موصوف نے انتہائی متعصب اور کذاب مماتی کا سہارا لیا اور یہ بھی تعجب ہے کہ محض اس مماتی کے کہنے پر اتنا اعتماد کر لیا کہ اپنے ہی علماء کو لات مارنے پر اتر آیا۔ توبہ توبہ۔ حالانکہ بریلوی علامہ پیر مظفر شاہ قادری کی جانب سے شائع کی گئی کتاب میں لکھا ہے کہ:

"حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا فرمان ہے

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُورَةُ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے کہ ہر سنی سنائی بات بیان کرنے والا بھی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا اور اُسے جھوٹا قرار دیا گیا ہے، حالانکہ وہ خود اپنی طرف سے کوئی بات

بیان نہیں کررہا، بلکہ بلا تحقیق دوسروں کی باتیں نقل کررہا ہے۔ایک دوسری روایت میں تو صریحاً "کفی بہ إنما أن یحدث بکل ما سمع "کے الفاظ موجود ہیں، جس میں بلا تحقیق باتیں نقل کرنے والے کو گناہ گار ٹھہرایا گیا ہے"۔

(کشف القناع:ج۱ص۲۳۷)

ہو سکتا ہے موصوف مزید ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ

"ہم نے مماتی کا حوالہ الزامی طور پر پیش کیا تھا"

تو نقد جواب عرض ہے کہ آپ کی جماعت کے مفتی عبدالمجید سعیدی فرماتے ہیں کہ:

"ہم پر اس کا قول حجت ہو سکتا ہے جو ہمارے مسلک کا ہو اس لیے قول آپ اسی کا لائیں جو ہمارے لئے حجت ہو"

(مناظرہ مسئلہ رفع یدین:ص۲۳)

لہٰذا مماتی ہمارے مسلک کے نہیں تو ان کا قول ہم پر کیسے حجت ہو سکتا ہے؟اور پھر یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ "المہند" کی اشاعت فاضل بریلوی کی حیات میں ہی ہوئی تھی پھر اصول بھی یہ ہے کہ حقیقت کے خلاف کسی کی بھی بات قبول نہیں کی جاتی خود فاضل بریلوی لکھتے ہیں کہ:

"آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث قابل قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی درست نہ ہو"

(فتاویٰ رضویہ:ج۷ص۵۵۱)

منقول کے خلاف کوئی بحث قابل قبول نہیں، اور منقول تو یہی ہے کہ "المہند" فاضل بریلوی کی حیات میں شائع ہوئی پھر اس منقول کے خلاف بحث کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔؟ اگر پھر بھی موصوف بضد ہو اور ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرے اور کہے کہ میں نے مماتی کا حوالہ الزاماً پیش کیا ہے، تو مزید عرض ہے کہ آپ کے گھر کی کتاب میں لکھا ہے کہ

"تحقیق کے میدان میں الزامی حوالہ جات مردود اور فضول ہیں"۔

(ترک رفع الیدین علمی و تحقیقی دستاویز:ص۱۶۲)

تو موصوف کا حوالہ فضول و مردود قرار پایا لہٰذا موصوف سے گزارش ہے کہ ایسے مردود اور فضول کام سے باز آئیں اور "المہند" کی اشاعت کے متعلق اپنے بڑے بھائی جناب میثم عباس رضوی کا یہ طویل اقتباس ایک مرتبہ اور ملاحظہ فرمائیں، موصوف لکھتے ہیں کہ:

"(1) خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی نے (**المهند**" کی اشاعت کے بعد تیسرے سال یعنی ۱۳۳۲ھ میں) "التحقیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے المہند کا رد لکھ دیا تھا۔

(۲) خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا حاجی لعل خان نے بھی ۱۳۳۴ھ میں شائع ہونے والی اپنی کتاب تاریخ وہابیہ ودیوبندیہ میں **المهند** کا رد کیا تھا۔

(۳) اعلیٰ حضرت کے ایک اور خلیفہ، محدث عظم ہند، حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی نے بھی اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ میں "اتمام حجت" کے نام سے **المهند** کا رد لکھ کر ۱۹۲۰ء میں شائع کر دیا تھا۔

(۴) اسی طرح حضرت علامہ مولانا مولوی ریاست علی خان شاہجہانپوری نے بھی اعلی حضرت کی حیات مبارکہ میں "المہند" کے رد میں التحقیقات لدفع التحریفات کے نام سے کتاب لکھی تھی، یہ کتاب ۱۹۱۹ء میں شائع ہو گئی تھی۔

(۵) انوار آفتاب صداقت پر اعلیٰ حضرت کی تقریظ موجود ہے۔ اس کتاب میں بھی **المهند**" کا رد کیا گیا ہے۔ جس کا عنوان "رسالہ التَّصْدِیقَاتُ لِدَفْعِ التَّلْبِیسَاتِ المعروف **بمهند** مؤلفہ مولوی خلیل احمد صاحب کی حقیقت اور اُس کے فرضی و جعلی ہونے کی کیفیت ہے۔ اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ سیدی اعلی حضرت کی حیاتِ مبارکہ میں ہی آپ کے متعلقین میں ۵ شخصیات (جن میں تین آپ کے خلفاتھے) نے المہند کا رد لکھ دیا تھا"

(المہند اور اعلی حضرت: ص242-243)"

اس طویل اقتباس میں میثم عباس صاحب یہ ثابت کر رہے ہیں کہ "المہند" کا رد اعلی حضرت کی حیات میں ہی کیا جا چکا تھا، جبکہ سعد حنفی اس پر مصر ہے کہ "المہند" اعلی حضرت کے مرنے کے بعد شائع ہوئی، اب ہمارا سوال یہ ہے

کہ جب "المہند "اعلی حضرت کی حیات میں شائع نہیں ہوئی تو اس وقت اس کا رد کیسے لکھا گیا۔؟اگر سعد حنفی سچا ہے تو کیا ہم یہ مان لیں کہ میثم عباس اور دیگر بریلوی علماء جھوٹے ،کذاب ،مکار ہیں۔؟

آخری گزارش:

ہم سعد حنفی کو انتہائی لاڈ اور سنجیدگی سے سمجھا رہے ہیں کہ وہ ایسے بے تکے اور جھوٹے حوالے دینے سے باز آجائے، ورنہ پھر "حسام الحرمین" کے خلاف مفتی خلیل بدایونی، ڈاکٹر طاہر القادری و علماء جامعہ اشرفیہ مبارکپور سمیت سینکڑوں حوالے پیش کرنے کے ہم بھی مجاز ہوں گے۔!!!

مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:۵)

صحیفہ اہلِ حدیث کا مطالعہ

اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو

مولانا عبد الغفار الخیری لکھتے ہیں:

”مثل ہے کہ ”خانہ خالی در دیو می گیرد“ یعنی جو گھر غیر آباد ہو جس کا کوئی نگران نہ ہو اس میں دیو (جنؒ) آباد ہو جاتے ہیں اور کیڑے مکوڑے حشرات الارض اپنا مسکن بنا لیتے ہیں اکبر الہ آبادی نے کہا ہے ۔

مالک کے بغیر گھر کی رونق نہیں کچھ

اللہ کو اپنے دل میں بس جانے دو۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۰)

اس عبارت میں دل کو اللہ کا گھر قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس طرح کی بات کسی اور کی کتاب میں ہوتی تو غیر مقلدین کیا حکم لگاتے؟

فقہ اکبر تصنیف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ

مولانا عبد القادر عارف حصاروی لکھتے ہیں:

”امام ابو حنیفہؒ اپنے عقائد کی کتاب فقہ اکبر کے صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں: وخروج الدجال و یاجوج و ماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی علیه السلام من السماء وسائر المعلومات یوم القیامة علی ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن یعنی نکلنا دجال کا اور خروج یاجوج وماجوج کا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور عیسی علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر علاماتِ قیامت جو احادیثِ صحیحہ میں وارد ہیں حق ہیں اور واقع ہونے والی چیزیں ہیں۔ فقہ اکبر آخری صفحہ۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۳)

حصاروی صاحب نے ”فقہ اکبر“ کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیف تسلیم کیا ہے جب کہ کئی غیر مقلد اس سے انکاری ہیں۔

عقائد نسفی

مولانا عبد القادر عارف حصاروی لکھتے ہیں:

”عقائد نسفی جو عقائد کی مشہور درسی کتاب ہے اس میں عقائد کی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے اس میں خروج دجال اور یاجوج ماجوج اور نزول عیسیٰ من السماء بیان کیا گیا ہے۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۳)

حصاروی صاحب نے ”عقائد نسفی“ کو عقائد کی کتاب اور مشہور درسی کتاب تسلیم کیا ہے۔ بعض غیر مقلدین نے شرح عقائد نسفی کو بدعتی کتاب کا نام دیا ہے۔

نزول عیسیٰ کی بابت مولوی محمد علی لکھوی کا عقیدہ

مولانا عبد القادر عارف حصاروی ”مولوی محمد علی لکھوی کا عقیدہ“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”لکھوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ اُٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت نازل ہوں گے وہ عیسائی العقیدہ ہیں اور اس بارہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ سب جعلی اور جھوٹی ہیں۔ اور بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی کتابوں کا کوئی اعتبار نہیں، ان میں جعلی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۴)

اُف! اللہ خیر۔ لکھوی صاحب کا کیسا عقیدہ ہے؟ اور انہوں نے بخاری و مسلم کی حدیثوں کے متعلق کیا نظریہ قائم کر لیا۔ یاد رہے کہ یہ لکھوی بزرگ غیر مقلد ہیں۔

خوش رہے رحمن بھی، راضی رہے شیطان بھی

حصاروی صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”اب مولوی محی الدین اور مولوی معین الدین لکھوی نہایت انصاف اور دیانت سے بتائیں کہ مولانا محی الدین عبد الرحمن مدنی کا عقیدہ اور دیگر ان کے موافقین کا عقیدہ حضرت عیسیٰ

کے رفع ونزول کے بارہ میں صحیح اور حق ہے یا مولوی محمد علی اور آپ صاحبان کے والد کا عقیدہ صحیح ہے۔ ان میں سے کون کافر اور کون یہودی العقیدہ ہے جب فیصلہ ہر دو باپ بیٹے کا آپ کے ہاتھ ہے تو معاملہ بہت نازک ہے کہ اگر آپ لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو بھی بہت بُری بات ہے کیوں کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس ہے۔ اگر بے دلیل فیصلہ کیا کہ دونوں نے باپ دادا کا لحاظ رکھا اور بَین بَین کوئی بات لکھ دی کہ۔

حج مکہ بھی کیا، گنگا کا اشنان بھی

خوش رہے رحمن بھی، راضی رہے شیطان بھی

تو آپ لوگ اس آیت کے مصداق ہوں گے ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاؤلئك هم الکافرون کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا وہ کافر ہے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۵)

حصاروی صاحب کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی اگلا عنوان "باپ کافر ہے یا دادا؟ حصاروی کا سوال" دیکھئے۔

باپ کافر ہے یا دادا؟ حصاروی کا سوال

حصاروی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"اگر آپ اپنے دادے کے خلاف فیصلہ دے کر ان کو عیسائی العقیدہ اور کافر قرار دیں گے تو ہم حکومتِ سعودیہ سے درخواست کریں گے کہ مدینہ کے گورستان جنت البقیع میں عیسائی العقیدہ کافر دفن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مولوی عبدالرحمن مدنی کی لاش جنت البقیع سے نکلوا کر شیخ تاراسنگی کے حوالہ کر دی جائے اور اگر وہ حق پر تھے اور آپ کے والد یہودی العقیدہ اور کافر ہیں تو آپ کے لئے لازم ہے کہ اپنے بزرگوں کی تصدیق کرتے ہوئے مولوی محمد علی کے شائع کردہ اشتہاروں کی تردید کریں۔ اور ان سے اسی طرح بیزاری کا اظہار کریں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ سے بیزاری ظاہر کی تھی۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق سابق نظریہ

شیخ محمد حسین بن مولانا حافظ محمد بارک اللہ لکھوی لکھتے ہیں:

”مرزا قادیانی کو پہلے یہ عاجز اچھا سمجھتا تھا جب سے اس نے مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے اور نبوت کا مدعی ہوا ہے تب میں اس کو ملحد، دجال اور کذاب سمجھتا ہوں۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۱۵)

اس طرح اگر کسی اور بزرگ کے متعلق حوالہ مل جائے کہ وہ پہلے ناواقفی سے مرزا قادیانی کو اچھا سمجھتا تھا، پھر حقیقت سامنے آنے پہ اس کے خلاف فتوی دیا ہے تو غیر مقلدین کو اس کا آخری نظریہ بتلانا چاہیے۔

حکیم فیض عالم صدیقی کی غیر مقلدیت

صحیفہ اہلِ حدیث میں ”جماعتی خبریں“ والے صفحہ پہ ”خوش خبری“ عنوان کے تحت لکھا ہے:

”خطیب حضرات، ائمہ مساجد اور غرباء کے لیے خصوصی رعایت۔ اختلافِ امت کا المیہ حصہ اول جس میں تقلیدی مذاہب، مرزائیت، چکڑالویت اور سوشلزم پر تاریخی روشنی میں محققانہ بحث کی گئی ہے۔ حصہ دوم: شیعیت کی مکمل تاریخ... پتہ: حکیم فیض عالم صدیقی، رہتاس ضلع جہلم۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ شعبان ۱۳۹۲ھ صفحہ ۲۲)

صحیفہ والوں نے اپنی جماعت کے خطباء، ائمہ اور غرباء کے لئے حکیم صاحب کی کتاب ”اختلافِ امت کا المیہ “ کا ترغیبی اشتہار دیا ہے۔

نعم البدل بہت مشکل

صحیفہ اہلِ حدیث میں ”جماعتی خبریں“ والے صفحہ پہ ”آہ مولانا پسروری“ عنوان کے تحت مولانا رفیق پسروری کی وفات کا اعلان ہے جس میں درج ذیل جملہ بھی ہے:

”جس کا اس قحط الرجال کے دَور میں نعم البدل بہت مشکل ہے۔“

(صحیفہ اہلِ حدیث ۱۶/ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ صفحہ ۲۲)

مشکل حل ہوئی یا نہیں؟ ان کا نعم البدل ملا یا نہیں؟

اہلِ حدیثوں نے حنفیوں کی تقلید کرلی

صحیفہ کے ادرایہ میں لکھاہے:

''آپ حضرات بھولے نہیں ہوں گے، آپ کو یہ بات یاد ہوگی کہ کراچی شہر کے برادرانِ احناف نے گذشتہ عید الاضحیٰ ۲۹/ چاند کی تاریخ کے حساب سے ۱۰/ اگست سن ۵۳ء بروز منگل منائی تھی۔ باوجود اس کے کہ مطلع صاف نہیں تھا، آسمان اَبر آلود تھا۔ ۲۹/ تاریخ کو بقرہ عید کا چاند نظر نہیں آیا تھا۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث کے علاوہ کراچی شہر کے اکثر اہلِ حدیث حضرات نے بھی حنفی بزرگوں کی قلادت، رباطت، رفاقت اور دیکھا دیکھی میں ۱۰/ اگست بروز منگل عید الاضحیٰ کی رسم ادا کی تھی... ادارہ نے یکم ماہِ محرم الحرام ۷۴ھ کی اشاعت میں غریب الوطن مہاجرین اور کئی ایک پارٹیوں کی ''عید'' پہ تبصرہ کیا تھا۔ انہیں کے ساتھ جماعت غرباء اہلِ حدیث کی ''عید'' پر بغیر کسی رو، رعایت، لحاظ، ملاحظہ اور طرف داری روشنی ڈالتے ہوئے لکھا تھا کہ: یہ دین کے معاملے میں سب سے الگ تھلگ رہتی ہے۔ دنیا کے نزدیک یہ تین میں ہے، نہ تیرہ میں الخ (صحیفہ اہلِ حدیث یکم محرم ۷۴ھ) اس پر ہمارے واجب الاحترام بزرگ مولانا الحاج محمد یوسف صاحب نکتہ چینی کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں: سچ ہے نہ آپ تین میں، نہ تیرہ میں۔ آپ کی روش دین میں بھی الگ، دنیا میں بھی الگ۔ نہ دین کے رہے، نہ دنیا کے الخ (الارشاد جدید ۱۶، ۱ ذی الحجہ ۷۳ھ) مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ (جماعت غرباء اہلِ حدث) کی روش دین میں ... الگ ہے، بے شک الگ یہ صحیح ہے۔ مولانا صاحب اسے ہزار دفعہ دہرائیں، کسی کا سر پھرا ہے یا کسی کی جرأت ہے کہ اسے غلط بتائے لیکن نتیجہ نکالنے میں قلم کا انجن ہمارے فاضل محترم کے قابو سے باہر ہوگیا ہے، موٹر زیادہ گرم ہوگیا ہے۔ استخفاف، سبکی اور غیض و غضب اس پر غالب آگیا ہے۔ اس کا پہیہ راہ راست، جادۂ انصاف اور لائن عدل سے اُتر گیا ہے... ادارہ ہی نے لکھا تھا کہ یہ جماعت دین کے معاملہ میں سب سے الگ تھلگ رہتی ہے اور ادارہ ہی اس کے معنی اور مفہوم کو خوب سمجھتا ہے۔ ادارہ کو اس کا موقع، محل اور وقت بھی یاد ہے۔''

(صحیفہ اہلِ حدیث یکم جمادی الاول ۱۳۷۴ھ صفحہ ۵،۶)

اس عبارت میں ’’قلادت‘‘ لفظ ہے۔ غیر مقلدین یہاں موقع محل کی مناسبت سے کیا ترجمہ کریں گے۔ ویسے عام طور پہ غیر مقلدین اس کا معنی ’’پٹہ‘‘ کیا کرتے ہیں۔ یہاں اک اصول بھی درج ہے کہ جس کی عبارت ہو وضاحت بھی اسی کا حق ہے۔ کسی بیگانے کو اپنی مرضی کی وضاحت کا حق نہیں۔ مگر کتنے مقام ہیں جہاں غیر مقلدین عبارت کسی سنی کی لے کر اس کی وضاحت اپنی من مانی سے کر لیتے ہیں۔ مثلاً وحدۃ الوجود کی بات کسی دیوبندی کی کتاب سے لے کر اس کا مطلب خود سے بیان کر دیتے ہیں کہ وحدۃ الوجود کا مطلب خالق و مخلوق میں فرق ختم کر کے دونوں کو ایک ماننا ہے۔ جب کہ اس اصول کے پیشِ نظر وحدۃ الوجود کی وضاحت اور تشریح کا حق علمائے دیوبند کو ہے۔ علمائے دیوبند وحدۃ الوجود کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ جس طرح سورج کے مقابلہ میں جگنو کی روشنی کالعدم ہے، اسی طرح مخلوق کا عطائی اور عارضی وجود اللہ تعالی کے ذاتی اور ابدی وجود کے مقابلہ میں کالعدم کے درجہ میں ہے۔ اس میں مخلوق کے وجود کی نفی نہیں، جس طرح سورج کی روشنی کے مقابلہ میں جگنو کی روشنی کی نفی نہیں۔ بلکہ دونوں مقابلہ کے لحاظ: مخلوق اللہ کے مقابلہ اور جگنو کی روشنی سورج کی روشنی کے مقابلہ میں کالعدم کے درجہ میں ہے۔

پتھر لے کر جماعت کے پیچھے پڑے

اسی اداریہ میں مولانا محمد یوسف مذکور کو مخاطب کر کے لکھا:

> ’’مولانا صاحب سے یہ توقع کہاں! آپ الٹا پتھر لے کر جماعت کے پیچھے پڑے، جماعت کا دین میں رہنا گوارا کیا۔ بڑی دلیری، خودداری اور ٹھیکے داری کے ساتھ فرمایا: نہ دین کے رہے ...الخ۔‘‘

(صحیفہ اہلِ حدیث یکم جمادی الاول ۱۳۷۴ھ صفحہ ۷)

غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ جو اہل حدیث کی مخالفت کرے وہ بدعتی ہے۔ یہاں بتایا جائے کہ جو غیر مقلدین غرباء اہلِ حدیث کے مخالفت کرتے رہے اُن کی بابت کیا حکم ہے؟

(جاری)

محترم عادل زمان فاروقی صاحب حفظہ اللہ فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

ارباب مدارس اور نئے فضلائے کرام کی خدمت میں درد دل

مدارس اسلام کے قلعے ہیں جو امت مسلمہ کے تشخص عقائد و نظریات بلکہ پورے دین کے تحفظ کے مراکز ہیں۔ مدارس مردم سازی کا کام کرتے ہیں جہاں دین کے داعی اور اسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔ ارباب مدراس نے امت مسلمہ کے ایمان واعمال کے تحفظ کی جو ذمہ داری لی ہے اسے احسن طریقے کے ساتھ نبھایا اور نبھا رہے ہیں۔ حالات ساز گار ہوں تب بھی یا کٹھن ہوں جیسے بھی ہوں اپنی ذمہ داری سے صرف نظر نہیں کیا۔ مدارس حضرات انبیاء علیہم السلام کے ورثا پیدا کر رہا ہے۔ علماء کرام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں اور وارث کسی ایک چیز کا نہیں ہوتا بلکہ مورث کے تمام چیزوں کا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان العلماء ورثة الانبیاء (ابو داوٗد) ترجمہ: علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ارباب مدارس نے ایسے افراد تیار کیے جنھوں نے امت مسلمہ کی دینی ضرورتوں کو پورا کیا کبھی انہیں مایوس نہیں کیا۔ الحمد للہ، اگر معاشرے کو امام کی ضرورت ہوئی تو مدرسہ نے امام کی ضرورت کو پورا کیا، خطیب کی ضرورت ہوئی تو خطیب کی ضرورت کو پورا کیا، مفتی کی ضرورت ہوئی تو مفتی کی ضرورت کو پورا کیا، اسلامی بنیادوں پر سیاست کرنے والے سیاستدان کی ضرورت ہوئی تو ایک عالم دین کی شکل میں سیاستدان کی ضرورت کو پورا کیا، ایک مجاہد کی ضرورت ہوئی تو مجاہد کی ضرورت کو پورا کیا، ایک متکلم کی ضرورت ہوئی تو متکلم کی ضرورت کو پورا کیا مبلغ کی ضرورت ہوئی تو مبلغ کی ضرورت کو پورا کیا ،الحاصل یہ کہ جو بھی ضرورت پڑی تو اس کا ادراک کرکے اس ضرورت کو بخوبی پورا کیا۔ لیکن ارباب مدراس کی خدمت میں مئودبانہ گزارش ہے ہاتھ جوڑ کر میری ان گزارشات کو تنقید کی نظر سے مت دیکھیں واللہ کوئی اگر مدراس پر انگلی اٹھاتا ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات کر رہا ہوں، لیکن کیا کروں یہ درد دل آپ کے سامنے عیاں نہ کروں تو کیا کروں آج جو چیلنجز نئے فاضل کو درپیش ہیں اس کا ادراک آپ کو مجھ سے بخوبی ہے جو میں نے محوس کیا وہ آپ کے سامنے رکھنا ضروری بلکہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ ہم مل کر ایک دوسرے کے دست وبازو بن کر ان چیلنجز کا مقابلہ کریں۔ آج الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا، سوشل میڈیا، وغیرہ کا دور ہے اور میڈیا پر تھوک کے حساب سے نام نہاد مذہبی سکالر کا لیبل لگا کر امت مسلمہ کے عقائد و اعمال پر کاری ضرب لگا

رہے ہیں۔ عقائد و نظریات کے حوالے سے شکوک و شبہات کو پیدا کر رہے ہیں ایمان کے رہزن ہیں سب سے قیمتی متاع عقائد و اعمال ہیں اس کو لوٹنے کے درپے رہتے ہیں۔ ہمارا دور فتنوں کا دور ہے فتنہ اس چیز کا نام ہے کہ حق اور باطل سچ اور جھوٹ پہچاننا مشکل ہو جائے۔ تمام فتنوں میں ایک چیز مشترک ہے وہ مادیت پرستی ہے علم سے دوری، عقل پرستی، اور اپنی خواہشات کی اتباع ہے۔ عوام تو عوام ایک نیا فاضل جس کی اس حوالے سے تیاری نہ ہو تو وہ بھی پریشان ہو جاتا ہے۔ ارباب مدارس کے سامنے یہ بات کرنا مجھ طالب علم کا ایسا ہی ہے جیسے سورج کو موم بتی دکھانے کے مترادف ہے آپ کی خدمت میں مئودبانہ گزارش ہے کہ اگر ہم دوران طالب علمی اپنے طلباء کرام کو تیار کریں ماہرین فن متکلمین حضرات جو اس میدان کے شہسوار ہیں مدعو کریں۔ اس حوالے سے علمی محاضرے، ورکشاپ، کورسس، کا انعقاد کرتے رہیں اپنے طلباء کرام کی ذہن سازی کرتے رہے تو کچھ بعید نہیں کہ ہمارے نئے فضلائے کرام معاشرے میں ان چیلنجز کا مقابلہ نہ کر سکیں بلکہ امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی کر کے ان کے ایمان و اعمال کا تحفظ کر سکیں گے۔ آج اگر ہم غفلت کی چادر اوڑھے رہے اور مصلحت کی وادی میں گم رہے تو کل کو ہمارے اپنے فضلائے کرام کے پاس ٹھوس بنیاد نہیں ہو گی اور نہ ہی عقائد و نظریات کے حوالے سے ان میں پختگی ہو گی۔ مدرسے میں بد عقیدہ مدرس کو نہ رکھیں ورنہ اپنے طلباء کرام کو ہم خود گمراہی کی طرف ڈھکیل دیں گے اس سے ہمارا اپنا نقصان ہو گا یا بد عقیدہ طالب علم ہو انہیں بھی داخلہ نہ دیں اہل حق کی تمام جماعتوں کی تائید کریں ان کے خلاف طلباء کی ذہن سازی نہ کریں ان سے بدگمان نہ کریں۔ اس لیے کہ انہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں کل قیامت میں اللہ رب العزت کے ہاں ان کی قربانی قبول ہو جائے اور ہماری محنت قبول نہ ہو اور وجہ یہی بات بن جائے کہ آپ نے اہل حق کی جماعت کی یا اہل حق میں سے کسی بھی عالم دین کی تردید کی ہے ان کی مخالفت کی ہے۔ اہل حق کی مخالفت و عداوت بغض و عناد نہ صرف خود بلکہ جو نسلیں آپ کے ہاتھ پر پروان چڑھیں گی تباہ و برباد ہو جائیں گی۔ دین کا صرف ایک شعبہ نہیں ہے اور نہ ہماری رائے حرف آخر ہے بلکہ ہمیں تو تمام شعبوں کی تائید کرنی چاہیے ان سے وابستہ حضرات سے محبت کرنی چاہیے ان کے لیے دعائیں کرنی چاہیے وہ الگ بات آپ کسی ایک شعبہ میں کام کریں تو قیامت کے دن ہمیں تمام شعبوں سے محبت کرنے کا اجر ملے گا۔ خدارا میری ان باتوں کو آپ حضرات سنجیدہ لیں اور اس حوالے سے اعتدال اور دلائل کے ساتھ کچھ لائحہ عمل طے کریں۔ کیونکہ معاشرے میں میڈیا کے ذریعے الحاد، بدعات، کا پرچار کیا جا رہا ہے اور عقائد و نظریات پر تابڑ توڑ حملے کیے جا رہے

ہیں۔ میرے پیاروں آج کے جو فتنے نمودار ہو رہے ہیں اس کے روک تھام کے لیے اور ان کا تعاقب کرنے کے لیے نئے فاضل میں کتنی استعداد و صلاحیت ہے وہ ان کا کما حقہ قلع قمع کر سکے اول تو مسلکی ذوق ہوتا ہی نہیں ہے اگر کسی طالب علم کا کچھ ذوق ہو بھی تو اس کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اس کے اس ذوق کو شرارت سمجھا جاتا ہے اس کے عزائم کو پست کیا جاتا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس کے راستے کی رکاوٹ بنیں ہم اس کی سرپرستی کریں اس کو نکھاریں اس کی ذہن سازی کریں ان کے سر پر دست شفقت رکھیں ان کو تیار کریں تاکہ جب وہ مدرسے سے نکل کر معاشرے میں جائیں گے تو ان کے پاؤں ڈگمگائیں گے نہیں بلکہ امت مسلمہ کی صحیح نہج پر اخلاص، اعتدال، دلائل، کے ساتھ تشفی کرا سکے گا۔ میرے پیارے فضلائے کرام چند گزارشات آپ کی خدمت میں: آپ علوم نبوت کے وارث ہیں اظہار مافی الضمیر کے لیے آپ کے پاس منبر و محراب ہے۔ یہ آپ کا ایک بہت بڑا اعزاز ہے معاشرے میں جو اعتقادی، عملی، اخلاقی، بگاڑ پھیل رہا ہے آپ اس کا ادراک کریں۔ باطل بدعقیدگی پھیلانے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کر رہا ہے علماء کرام کو ہی آگے بڑھ کر اس پھیلتی ہوئی بدعقیدگی کے آگے پل باندھنا ہوگا۔ ورنہ یہ سیلاب امت مسلمہ کے ہر طبقے کو متاثر کرے گا آج ہمیں محنت، لگن، تڑپ، کی ضرورت ہے میرے پیارو اپنی تمام تر صلاحیت و استعداد احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے وقف کر دو ۔ اکابرین دیوبند اور اکابر دیوبند کی رائے سے کیا مراد ہے۔ اب ہر کوئی اکابرین دیوبند یا ان کی رائے اکابرین دیوبند رائے ہوگی یا نہیں اس کے لیے ایک حد ہے تعین ہے۔ استاذی المکرم متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم العالیہ یہ اس طرح سمجھاتے ہیں: کہ علماء دیوبند اس دور میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے صحیح وارث ہیں۔ اکابرین دیوبند سے مراد حجۃ اللہ فی الارض قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ، زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ، اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے براہ راست شاگردوں کے نظریات اکابرین دیوبند کے نظریات ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص عقیدہ دے وہ ان سے ملتا ہو تو دیوبندی عقیدہ ہوگا ان سے اگر نہیں ملتا تو دیوبندی عقیدہ نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے براہ راست شاگردوں میں حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی

رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ، بانی تبلیغی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمہ اللہ، ان حضرات کے عقائد و نظریات کا نام دیوبندی عقائد و نظریات ہیں ان کے علاوہ جو عقائد و نظریات ہونگے وہ دیوبندی عقیدہ و نظریہ نہیں ہو گا۔ ان کے بعد اگر کوئی بندہ اختلاف کرے تو وہ دیوبند میں اختلاف نہیں ہو گا بلکہ دویوبند سے اختلاف ہو گا۔ اس مسئلہ کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ فلاں مسئلے میں دیوبند میں اختلاف ہے دیوبند میں اختلاف نہیں بلکہ دیوبند سے اختلاف ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی یہ کافر ہے اس کے ماننے والے مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اب اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے بارے میں امت میں اختلاف ہے۔ بعض حضور ﷺ کو آخری نبی مانتے ہیں اور بعض نہیں مانتے تو ہم یہ کہیں گے کہ عقیدہ ختم نبوت کے مسئلے پر امت میں اختلاف نہیں ہے بلکہ امت سے اختلاف ہے۔ اب امت میں اختلاف ہونا اور بات ہے اور امت سے اختلاف ہونا اور بات ہے۔ اگر کوئی شخص شیخ الہند رحمہ اللہ اور ان کے براہ راست شاگردوں کے خلاف عقیدہ پیش کرے اور خود کو دیوبندی کہے تو یہ آپ نے کبھی نہیں کہنا کہ اس مسئلے پر دیوبند میں اختلاف ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ اس مسئلے پر دیوبند سے اختلاف ہے۔ یہی بات عقیدہ حیات النبی ﷺ کی ہے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے حوالے سے دیوبند میں اختلاف نہیں بلکہ دیوبند سے اختلاف ہے۔ تو میرے پیارو آپ کے سامنے یہ بات متکلم اسلام دامت برکاتہم العالیہ کے علوم کی روشنی میں رکھ دی کہ اکابرین دیوبند سے کیا مراد ہے آپ سب سے پہلے اہل حق علمائے ربانیین ماہرین فن اکابر علماء دیوبند جن کی زندگیاں حق کے پرچار اور اہل باطل کے تعقب میں گزری ہے جو بقید حیات ہیں ان کے پاس وقت گزاریں اور جو اکابرین دیوبند دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں ان کی کتب کا مطالعہ کریں اپنی تیاری کریں اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ جن میں سے چند حضرات اکابر کی کتب کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں جن کا مطالعہ کرکے آپ دلائل کی دنیا کے باتاج بادشاہ بن جائیں گے۔ (ان شاء اللہ) (۱) حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، (۲) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ، (۳) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ، (۴) حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ، (۵) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، (۶) حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، (۷) حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ، (۸) حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، (۹) حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ، (۱۰) حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ، (۱۱) حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود پی ایچ ڈی لندن رحمہ اللہ

،(۱۲) حضرت مولانا نافع رحمہ اللہ ،(۱۳) حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ،(۱۴) حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ ،(۱۵) حضرت متکلم اسلام استاذی المکرم حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ گلدستہ دیوبند کا ہر پھول خوشبو دار ہے یہ چند اکابر کے نام آپ کے سامنے قلمبند کیے۔ ،مشت نمونہ از خروارے، کے طور پر آپ یہ محسوس نہ کریں کہ میں نے صرف اپنے اکابر دیوبند کی اردو کتب کے حوالے سے بات کی اکابرین دیوبند سے پہلے کے بزرگوں کے نام نہیں لکھے آپ ایک بات ذہن نشین کر لیں ہمارے اکابرین دیوبند کے سامنے وہ تمام ذخیرہ تھا اور ہے جن تک شائد میری اور آپ کی رسائی تک نہ ہوئی ہو آپ اگر براہ راست اپنے حضرات اکابر کو کراس کر کے عربی کتب کو دیکھیں گئے تو آپ وہ اعتدال پر مبنی نتیجہ نہیں نکال سکیں گے جو اکابرین دیوبند نے نکالا ہے۔ میں آپ سے یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ عربی کتب مطالعہ نہ کریں بلکہ یہ کہوں گا کہ ضرور کریں عربی کتب کا مطالعہ کرنا چاہیے لیکن اس سے پہلے اپنے اکابرین کو پڑھ لیں آپ کی خدمت میں مئودبانہ گزارش ہے کہ خدارا آپ اپنے اکابر علماء دیوبند سے آگے مت بڑھیں ، مت بڑھیں، مت بڑھیں، اپنے اکابر پر اعتماد کریں ہمارے اکابر اخلاص و تقوی، علم و عمل، کے اعلی مقام پر تھے۔ ان کے دامن کو نہ چھوڑیں آج ایک آدمی کا مطالعہ تھوڑا سا وسیع ہو جائے حلقہ واحباب پھیل جائیں تھوڑا سا قد کاٹ بڑھ جاتا ہے تو وہ پھر اپنے اکابر سے آگے بڑھتا ہے ان پر بد گمانی کی فضاء بناتا ہے۔ جن اکابر دیوبند کے نام پر یہ مقام ملا ان ہی کے خلاف طون بد تمیزی برپا کر دیتا ہے پھر یہ جملہ زد زبان ہوتا ہے۔ نحن رجال وھم رجال: اگر ہم حضرات حضرات اکابرین دیوبند کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہو گا کہ ان کا علم کس قدر عمیق تھا، پھر یہ بات کہیں گے : وھم رجال ; اول تو ہم مطالعہ کرتے نہیں موبائل نے مطالعے کا ذوق چھین لیا اگر کہیں کرتے بھی ہیں غیر مستند حضرات کو پڑھتے ہیں اپنے اکابر کو پڑھیں، اپنے اکابر کو پڑھیں، اپنے اکابر کو پڑھیں: پھر آپ ہر میدان کے شہسوار ہونگے برکت بڑوں کے ساتھ ہے۔ اپنے اکابرین کے مسلک و مشرب سے ایک انچ نہ بڑھیں اور نہ پیچھے ہٹیں۔ اپنے اکابر و اسلاف پر اعتماد کریں قرآن ہمیں اپنے اکابر و اسلاف کی پیروی کی دعوت دیتا ہے۔

آج کل ایک فتنہ سوشل میڈیا پر اٹھا ہوا ہے۔ انجینئر محمد علی مرزا کی شکل میں وہ مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کر رہا ہے کہ علمی کتابی ہونے کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ بابوں کی کوئی ضرورت نہیں ڈاریکٹ قرآن وحدیث پر عمل کرو کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے صالحین کی کوئی ضرورت نہیں

ہے ہے۔اول بات یہ ہے کہ انجینئر صاحب کسی مدرسہ کے پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے دنیاوی تعلیم جو حاصل کی ہے کیا وہ بغیر کسی استاد کے خود مارکیٹ سے کتب خرید کر حاصل کی ہے نہیں ایسا نہیں اس کے لیے انہوں نے دنیاوی تعلیم کا مروجہ جو ترتیب ہے اس کے مطابق حاصل کی ہے تو کیا نعوذ باللہ ایک دین لاورث ہو گیا ہے کہ ہر کوئی آکر قرآن و حدیث کو تختہ مشق بناتا پھرے۔اگر آپ کو تڑپ ہے تو آپ کسی عالم دین کی نگرانی میں دینی تعلیم حاصل کریں آپ کو کون منع کرتا ہے۔اب آیئے قرآن کریم کی چند آیات مبارکہ بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں کہ قرآن اپنے اکابر و اسلاف بزرگ صالحین کی پیروی کی دعوت دیتا ہے جن آباء واجداد کی پیروی و تابعداری سے منع کرتا ہے وہ جو گمراہ ہوں ان کی تابعداری مذموم ہے۔اور جو منیب الی اللہ ہوں صالحین ہوں ان کی تابعداری محمود ہے۔

پہلی دلیل: اھدنا الصراط المستقیم ، صراط الذین انعمت علیھم ، (سورہ ، فاتحہ ، ۵،۶) ترجمہ: ہم کو سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تونے انعام کیا، یہاں پر اللہ رب العزت نے، صراط القرآن، یا، صراط الحدیث، نہیں فرمایا: بلکہ فرمایا کہ انعام یافتہ لوگوں کے راستہ پر انعمت علیھم کی تفسیر خود قرآن دوسرے مقام پر کرتا ہے: ومن یطع اللہ والرسول فاو لآء ك مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدقین والشھدا والصالحین و حسن اولئك رفیقا (سورہ، نساء، ۶۹) ترجمہ: اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے تو وہ آخرت میں ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، اور نیک لوگوں کے ساتھ اور یہ لوگ بڑے اچھے ساتھی ہیں: بزرگ اور صالح اسے کہتے ہیں جن پر اللہ تعالی نے انعام کیا ہو اسلاف و اکابر کی پیروی اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوئی اور فرمایا: کہ، وحسن اولٰئک رفیقا; اور یہ لوگ بڑے اچھے ساتھی ہیں، بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی ترغیب خود قرآن دیتا ہے۔

دوسری دلیل: ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیه ماتعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھك والٰه اٰبآء ك ابراھم واسمٰعیل واسحٰق الٰھا واحد ونحن له مسلمون ;(سورہ، بقرہ، ۱۳۳) ترجمہ: پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے انہوں نے کہا کہ ہم اس خدائے واحد اور آپ کے باپ دادا کے معبود کی جس کی عبادت آپ اور آپ کے بزرگ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کرتے رہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

یہاں پر بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے آباء واجداد اسلاف واکابر کو پیش کیا نہ قرآن نے ان کی تردید فرمائی اور نہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس پر کوئی رد فرمایا۔

تیسری دلیل: واتبعت ملة اٰباۗء ی ابراھیم واسحٰق ویعقوب :(سورہ،یوسف،۳۸)ترجمہ: میں نے پیروی کی اپنے باپ، داداابراہیم اور اسحق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی" یہاں پر بھی حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعوت میں اپنے آباءواجداد اسلاف پیش فرمارہے ہیں۔

چوتھی دلیل: واتبع سبیل من اناب الی;(سورہ، لقمان،۱۵)ترجمہ: اور ان لوگوں کے راستہ کی پیروی کر جو میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت خود ترغیب دے رہے ہیں بلکہ امر فرمارہے ہیں واتبع، کے لفظ کے ساتھ کہ جنھوں نے میری طرف رجوع کیاان کی پیروی کرو صراط القرآن یاصراط الحدیث نہیں فرمایا۔

پانچویں دلیل: توفنی مسلما والحقنی بالصٰلحین(سورہ،یوسف،۱۰۱)ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالی سے دعا کررہے ہیں مجھے موت اس حالت میں دے کہ میں آپ کا فرمانبردار ہوں اور آخرت میں مجھے اسلاف و اکابر نیک لوگوں میں شامل فرمانا۔

چھٹی دلیل: وادخلنه فی رحمتنا انه من الصٰلحین (سورہ، انبیاء، ۷۵) ترجمہ: اور اس کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیابیشک وہ نیک لوگوں میں سے تھا۔ یہاں پر ادجابہ ہ ضمیر اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ وہ اللہ تعالی کے انعام یافتہ لوگوں میں سے تھے صالحین میں سے تھے۔ اور صالحین کی تابعداری کی قرآن خود دعوت دیتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ : البرکة مع اکابرکم(مستدرک حاکم)ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ انجینئر محمد علی مرزانرا قرآن و حدیث سے جاہل ہے۔ قرآنی تعلیمات سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کانام لے کر مسلمانوں میں گمراہی پھیلارہاہے۔ چند آیات بارکہ اور ایک حدیث مبارکہ پر اکتفاء کرتاہوں ورنہ دلائل کے انبار ہیں۔ الحمدُللہ میرے محترم علماء کرام: اہل حق کی جتنی جماعتیں کام کررہی ہیں۔ ان کے لیے معاون ودست وبازو بنیں ان کی حمایت کریں ان کے لیے دعائیں

کریں کام آپ اپنے ذوق کے مطابق اہل حق کی جس جماعت کے ساتھ کرنا چاہیے کریں۔ لیکن خدارا کسی بھی اہل حق جماعت کے خلاف یا اہل حق میں سے کسی بھی شخص کے بارے میں جو اپنے اکابر واسلاف کے مسلک و منہج کے مطابق دین کی خدمت کر رہا ہے اس کے خلاف زبان درازی، اس سے لوگوں کو بدگمان کرنا، اور اس کے خلاف محاذ آرائی کرنا، اس سے بہت نقصان ہوتا ہے۔ اب پتہ نہیں ہے کہ، عند اللہ، آپ کی محنت قبول ہے یا جس اہل حق جماعت یا اہل حق عالم کی آپ تردید و تنقیص کر رہے ہیں ان کی محنت قبول ہے۔ مرجع العلماء استاذ الاساتذہ رئیس المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دیگر دینی کاموں میں رفیق وحلیف تو بنیں فریق ہر گز نہ بنیں۔

(ماہنامہ الفاروق فروری 2017)

حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: کہ اپنی دنیا الگ نہیں بنانی ہے کہ ہم تبلیغ والے ہیں اور یہ مدرسے والے ہیں یہ غلط بات ہے۔ دین کے جتنے کام ہو رہے ہیں دنیا میں وہ سب دین کے لیے ہو رہے ہیں۔ علم بھی، دین کے لیے، ذکر بھی دین کے لیے دعوت بھی دین کے لیے، رفاعی خدمتیں بھی دین کے لیے ہمارا ذہن وسیع ہو کہ اللہ کے ہاں سب کا درجہ ہے سب دین کے لیے کر رہے ہیں۔ اپنے بارے میں داعی بنو مدعی نہ بنو کہ ہمارا ہی کام ہے ہمارا ہی کام ہے۔ یہ مدعی ہے اس کے دل میں دوسروں کی جگہ نہیں ہے۔ انزل الناس منازلھم، ہر آدمی کو اس کے درجہ پر رکھو وہ یہ کام اللہ کے لیے کر رہے ہیں ہم بھی اللہ کے لیے کر رہے ہیں یہ سب حق ہے حق میں تناؤ نہیں ہوتا حق میں تعاون ہوتا ہے رفیق بن کر کام کرو فریق بن کر کام نہ کرو ان کا احسان سمجھو جو کام ہم نہیں کر سکتے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے مہاجرین کو یہ کام سکھایا تھا تحقیر نہیں تھی۔ آج تو ہمارے اندر نفسانیت ہے اس لیے تحقیر کرتے ہیں حسد کرتے ہیں ہم کو یہ سکھایا ہے۔ جو دین کے دوسرے کام کر رہے ہیں علم کے، ذکر کے، رفاعی خدمتوں کے، ہم ان کے لیے دعا مانگیں جو کام ہم نہیں کر سکتے یہ کر رہے ہیں۔

میرے محترم علماء کرام: آپ نے رئیس المحدثین حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کا فرمان اور مبلغ اسلام حضرت مولانا ابراہیم دیولا صاحب کی تقریر سے اقتباس پڑھ لیا ہمیں اپنے حضرات کے ساتھ مل کر دین کا کام کرنا چاہیے۔ ہم اپنے اہل حق کے لیے نرمی اختیار نہیں کرتے ہیں اور اہل باطل کے لیے سختی نہیں کرتے اگر نرم ہوتے ہیں تو اہل باطل کے لیے بھی ہو جاتے ہیں اور اگر سختی اختیار کرتے ہیں تو اہل باطل کے بجائے اہل

حق کے لیے سخت ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے اس طرز عمل کو مصلحت کا نام دے دیتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اکابر کا یہ طرز نہیں ہے کہ کبھی بھی کسی اہل باطل کے ساتھ انہوں نے عقیدے کے معاملے میں نرمی برتی ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم اہل حق کی تمام جماعتیں جس شعبے میں بھی کام کر رہے ہیں تائید کریں ان کو مضبوط کریں۔ ان کو کمزور کرنے کے درپے نہ ہوں۔ تمام دین کے احیاء کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ گھر تعمیر کرنا ہو تو کوئی اس میں اینٹیں اٹھا کر لاتا ہے کوئی سیمنٹ لاتا ہے کوئی ریت لاتا ہے۔ مستری مزدور مل کر گھر تعمیر کرتے ہیں گھر کی تعمیر میں سب کا اہم کردار ہے اسی طرح دین کے بہت سارے شعبے ہیں تمام شعبے دین کے ہیں جتنی اہل حق کی جماعتیں کام کر رہی ہیں دین کا کام کر رہی ہیں۔

محترم علماء کرام: چند امور ہیں اگر ہم مل کر ان کا خیال رکھیں گے تو دین کام احسن طریقے کے ساتھ سر انجام دے سکیں گے۔ جو دنیا و آخرت میں ہمارے لیے کامیابی کا ذریعہ بنے گا ان شاء اللہ (۱): تقویٰ اور پرہیز گاری والی اور سنت سے مزین زندگی گزاریں۔ (۲): اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کریں۔ (۳): اپنے اکابر پر اعتماد کریں۔ (۴): تمام اہل حق کی جماعتوں کی تائید کریں۔ (۵): معاشرے کی فکر کے ساتھ اپنی فکر بھی کریں۔ (۶): اہل اللہ کی صحبت میں حاضری دیتے رہیں۔ اور کسی اللہ والے کے ساتھ اپنا اصلاحی تعلق ضرور جوڑیں۔ (۷): اپنے اکابر کی کتب کا مطالعہ کریں اور اپنے مطالعے میں وسعت پیدا کریں۔ (۸): ماہرین فن کے پاس تمام فرق باطلہ کے حوالے سے تخصص، اور کورسس کریں اور ان کی نگرانی میں دین کا کام کریں۔ (۹): اعتدال کے ساتھ دین کا کام کریں۔ (۱۰): کسی کے ساتھ ذاتی اختلاف نہ ہو فقط دین کی بنیاد پر ہو۔ (۱۱): درس قرآن کا اہتمام کریں۔ (۱۲): درس حدیث کا اہتمام کریں۔ (۱۳): درس فقہ کا اہتمام کریں۔ (۱۴): جمعہ کا بیان ہو یا کسی جلسہ یا دیگر تقریبات میں شرکت کا موقعہ ملے تو بغیر مطالعے اور تیاری کے بیان نہ کریں۔ (۱۵): احقاق حق اور ابطال باطل کا کام جرأت کے ساتھ کریں، کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کریں۔ (۱۶): کسی بھی ایسی جماعت یا تنظیم کا حصہ نہ بنیں جو وطن عزیز پاکستان کو غیر مستحکم کرے اور ملک کے خلاف کام کرے بلکہ پیارے وطن کے استحکام اور سالمیت کے لیے اور اس کی بقاء وترقی کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ (۱۷): نوافل اشراق، چاشت، اوابین کا اہتمام کریں۔ (۱۸): فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین، مغرب کی نماز کے بعد، سورہ واقعہ، عشاء کی نماز کے بعد سورملک اور جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

میری باتوں کو ارباب مدارس اور میرے محترم نئے فضلائے کرام تنقید نہ سمجھیں بلکہ ایک درد دل آپ کے سامنے رکھا آپ میرے سر کا تاج ہیں میری شان ہیں مجھے آپ اپنے آپ سے الگ نہ سمجھیں میں آپ ہی کی برادری کا آدمی ہوں میری پہچان آپ سے ہے۔ جو میں نے اتنے عرصے میں محسوس کیا کہ ہمیں کن چیزوں سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اور کن چیزوں کو ہم بروئے کار لائیں گے تو اس نقصان کا ازالہ ہو گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم تمام اہل باطل سے علی الاعلان برأت کریں اپنوں کو سینے سے لگائیں ان کی حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی کریں۔ اہل باطل کا تعاقب کریں ان کا قلع قمع کریں کسی بھی ملامت کی پرواہ نہ کریں آگے بڑھیں اپنے آپ کو مضبوط کریں۔ اور دین حق کی ترویج کے لیے اور اس پر اٹھنے والے تمام اعتراضات کے جوابات کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں، استعدادیں، خرچ کر دیں۔ اور کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں اہل حق اہل السنت والجماعت اکابرین دیوبند کے عقائد و نظریات پر کاربند فرمائے اور تمام گمراہ کن فتنوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409